19

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

یکم تا 7 جون 2006ء

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

دوستی سے غلامی تک

کیا میثاق جمہوریت تمام مسائل کا حل ہے؟

انطاکیہ پر صلیبیوں کا قبضہ

اختلافات اور اُن کا حل

قیامِ خلافت کی جنگ

جماعۃ الدعوۃ پر امریکی پابندی

اِس کاخِ فقیری کے آگے

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

عقیدۂ توحید پر ایمان کے تقاضے

بے شک جب ایک مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اس کے سوا کوئی خالق ورازق نہیں' کوئی نفع ونقصان پہنچانے والا نہیں اور انسان اور کائنات میں وہی متصرفِ حقیقی ہے تو بلاشبہ وہ اپنی عبادات' طلب وامید اور خشیت وتقویٰ میں صرف اسی کی ذاتِ منفرد کی طرف متوجہ ہوگا۔

جب ایک مسلمان کا اعتقاد یہ ہوگا کہ اللہ کے سوا کوئی حاکم اور قانون ساز نہیں' اس کے سوا کوئی انسانی زندگی کو منظّم ومربوط کرنے والا نہیں' اور وہی ہے جو انسانوں کے کائنات اور ان کے ہم جنسوں سے تعلقات و روابط قائم کرتا ہے' تو بے شک وہ نظام شریعت' نظامِ حیات' نظامِ معیشت' نظامِ معاملات اور نظامِ عدل وانصاف کے لیے اسی کی طرف متوجہ ہوگا۔

عبادات' طلب وامید اور خشیت وتقویٰ کو ذاتِ الٰہی کے ساتھ وابستہ کر دینا اور نظام شریعت' نظامِ حیات' نظامِ معیشت' نظامِ معاملات اور نظامِ عدل وانصاف میں اسی سے راہنمائی لینا اور اس پر عمل پیرا ہونا اسلامی تصور میں توحید کے تقاضے ہیں۔ اور ان امور کو پوری طرح سمجھ لینے اور توحید کے تقاضوں کو جان لینے کے بعد ہی ایک مسلمان کے دل میں حقیقتِ توحید پوری تابانیوں سے جلوہ گر ہو سکتی ہے۔ اور ان تقاضوں پر پورے طور پر عمل کر کے ہی ایک فرد حقیقی معنی میں مؤحد ہو سکتا ہے۔

قرآن حکیم ایک انسان کے ضمیر اور زندگی دونوں میں عقیدۂ توحید اور اس کے مطالبوں کے درمیان گہرا ربط پیدا کرتا ہے۔ اور توحید الوہیت و ربوبیت اور توحید قدرت وحاکمیت پر ہر وہ چیز مرتب ہوتی ہے جس کا ایک مسلمان ضمیر کے شعور کی بناء پر مکلّف ہے۔

اسلامی تصوّر کی خصوصیات

سید قطب شہیدؒ

الھدیٰ (232)

سورۃ النساء

ڈاکٹر اسرار احمد

(آیت 135)

بسم اللہ الرحمن الرّحیم

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ ۚ اِنْ یَّكُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۱۳۵﴾﴾

''اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لیے سچی گواہی دو خواہ (اس میں) تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔ اگر کوئی امیر ہے یا فقیر تو اللہ اُن کا خیر خواہ ہے۔ تو تم خواہش نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا۔ اگر تم پیچدار شہادت دو گے یا (شہادت سے) بچنا چاہو گے تو (جان رکھو) اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔''

یہ آیت قرآن کریم کی عظیم ترین آیات میں سے ہے۔ فرمایا: اے اہل ایمان عدل قائم کرنے کے لیے پوری قوت کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کو عدل مطلوب ہے مگر اس دنیا میں قیام عدل کے لیے اُس کے کارندے اہل ایمان ہیں۔ لہٰذا وہ دنیا میں انہیں کے ذریعے عدل قائم کرے گا۔ اللہ کا دین غلبہ چاہتا ہے مگر اُس کی مشیت یہ ہے کہ اس کے لیے اہل ایمان کوشش کریں' ایثار کریں اور قربانیاں دیں' تب دین غالب ہوگا۔

مقام افسوس ہے کہ قیامِ عدل وقسط کی اہمیت اور تو اور مذہبی طبقے کے ہاں بھی نہیں سمجھی گئی۔ قانون کی اہمیت تو سب پر واضح ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹو' مگر نظام کی درستگی کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں' حالانکہ اصل چیز تو نظام کا بدلنا ہے جو ظلم اور ناانصافی پر مبنی ہے۔ جہاں سرمایہ دار طبقہ لوگوں کا خون چوس رہا ہے۔ جس طرح مچھر خون چوس کر پھول جاتا ہے اسی طرح یہ غریبوں کا خون چوس کر پھول رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تقسیم دولت (Distribution of wealth) کا نظام صحیح نہیں۔ لاکھوں افراد ایسے ہیں جنہیں دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں اور کچھ لوگوں کا حال یہ ہے کہ انہیں اپنی دولت کا شمار نہیں۔ یہ غلط نظام ایسی چکی ہے جو آٹا پیس کر ایک ہی طرف ڈالے جاتی ہے۔ اِس نظام سے امیر امیر تر ہو رہا ہے اور غریب غریب تر ہوتا جاتا ہے۔ اور یہ فاقہ مستی دین اسلام کیسے قابل برداشت کر سکتا ہے' جس کے نزدیک تنگ دستی کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ پہلے ہمیں خلافت کا وہ نظام لانا ہے جس میں عدل ہو۔ ہر شہری کی بنیادی ضروریات پوری ہو رہی ہوں' ورنہ نظام تبدیل کیے بغیر بحالتِ موجودہ اگر آپ اندریں حالات چور کے لیے قطع ید کی سزا نافذ کریں گے تو اِس کا فائدہ حرام خوروں کو ہوگا۔ اُن کے ہاتھ کٹنے سے محفوظ رہیں گے اور اُن کے مال کے چوری ہونے کا خطرہ بھی نہیں رہے گا۔ البتہ جن کو وہ غریب سے غریب تر کر رہے ہیں' اُن پر غربت بھی مسلط رہے گی اور انہیں ہاتھ کٹنے کا ڈر بھی رہے گا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ شریعت نافذ نہ کی جائے۔ شریعت تو ضرور نافذ کی جائے مگر پہلے عدل وقسط کا نظام قائم کیا جائے جس میں حکومت عوام کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کا ضامن ہو۔ اس کے باوجود بھی کوئی چوری کرے تو اُس کے ہاتھ کاٹنا عین عدل ہوگا۔

عدل وانصاف کس قدر مطلوب ہے اس کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ فرمایا کہ تمہیں ہر حال میں انصاف کی بات کرنا ہوگی خواہ وہ تمہارے اپنے خلاف جا رہی ہو یا تمہارے رشتہ داروں کے خلاف۔ تمہارا تعلق عدل وقسط کے ساتھ ہے' رشتہ داروں کے ساتھ نہیں۔ ایک چور دروازہ کھلتا ہے کہ ایک فریق غریب ہے اُس کے حق میں فیصلہ دے دیں تاکہ اُس کا کچھ فائدہ ہو جائے مگر اس کی بھی اجازت نہیں۔ کیونکہ تمہیں کسی کی امارت یا غربت سے غرض نہیں وہ اللہ کا معاملہ ہے جو اُن کا زیادہ خیر خواہ ہے۔ تمہیں کسی کی جانب داری نہیں کرنی بلکہ اللہ کے گواہ بن کر کھڑے ہونا ہے۔ اور دیکھو خواہشات کی پیروی نہ کرنا' مبادا عدل سے ہٹ جاؤ اور اگر فیصلہ کرتے وقت تم زبان کو اِدھر اُدھر مروڑو گے یا حق سے اعراض کرنا چاہو گے تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

فرمانِ نبویؐ

اسلامی رشتے کے چند خاص حقوق

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:((حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ وَعِیَادَةُ الْمَرِیْضِ وَ اتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِیْتُ الْعَاطِسِ)) (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا' بیمار کی عیادت کرنا' جنازے کے ساتھ جانا' دعوت قبول کرنا اور چھینک آنے پر ''یرحمك اللّٰہ'' کہہ کر اس کے لیے دعائے رحمت کرنا۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ روزمرہ کی عملی زندگی میں یہ پانچ باتیں ایسی ہیں جن سے دو مسلمانوں کا باہمی تعلق ظاہر ہوتا ہے اور نشوونما بھی پاتا ہے' اس لیے ان کا خاص طور سے اہتمام کیا جائے۔ ایک دوسری حدیث میں سلام کا جواب دینے کی جگہ خود سلام کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے' اور ان پانچ کے علاوہ بعض اور چیزوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں ان پانچ کا ذکر بطورِ تمثیل کے فرمایا گیا ہے' ورنہ اور بھی اس درجہ کی چیزیں ہیں جو اسی فہرست میں شامل ہیں۔

ایوب بیگ مرزا

دوستی سے غلامی تک

آج کل ایک عام پاکستانی سے لے کر بڑے سے بڑے کالم نگار اور دانشور پاکستان کے اولین حکمرانوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں کہ انہوں نے ہمسایہ عالمی قوت سوویت یونین کو چھوڑ کر سات سمندر پار امریکہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات کیوں استوار کیے۔ گزشتہ پانچ بلکہ چھ دہائیوں میں اِس عالمی قوت کا ہمارے ساتھ یہ رویہ رہا کہ اُس نے ہمیں ٹشو پیپر کے طور پر استعمال کیا۔ جب چاہا اِس سے اپنا چہرہ صاف کر لیا اور جب چاہا اٹھا کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا۔ عام خیال یہ ہے کہ اپنے بڑوں کی اس غلطی کی سزا ہم آج تک بھگت رہے ہیں اور امریکہ کے لیے ہماری حیثیت گھڑے کی مچھلی کی سی ہے۔ اور ہم اُس کے بے دام غلام بن چکے ہیں۔ ہم نتیجہ کے اعتبار سے تو اِس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ امریکیوں کے آگے جھکتے جھکتے ہم اب اپنی آزادی اور خودمختاری بہت حد تک کھو چکے ہیں اور دونوں ممالک کے درمیان اب دوستی کا رشتہ نہیں ہے بلکہ یہ تعلق آقا اور غلام کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ لیکن بیسویں صدی کے وسط میں جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو اُس وقت کے عالمی حالات کے پس منظر میں پاکستان کا امریکہ کے قریب آنا یا اُس سے دوستی قائم کرنا کوئی ایسا غلط فیصلہ نہیں تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ بعد ازاں دوسری غلطیوں کی وجہ سے ہم اپنی حیثیت کھو بیٹھے۔ اِن غلطیوں کا ذکر کرنے سے پہلے مناسب ہوگا کہ اُن حالات اور اُس پس منظر کو سمجھنے کی کوشش کی جائے جن میں دوستی کے اِس سفر کا آغاز ہوا تھا۔

1940ء کے عشرہ میں عالمی سطح پر بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ دوسری عالمگیر جنگ میں فتح کے باوجود برطانوی سامراج کا تسلط کمزور پڑنے لگا۔ امریکہ ایک عالمی قوت کی حیثیت سے ابھرا۔ انگریزی دانش نے ایک بار پھر حقیقت پسندی کا مظاہرہ کیا اور پسپائی اختیار کرنے اور نئی عالمی قوت کے دامن میں پناہ لینے میں کوئی عار محسوس نہ کی۔ یہ نئی عالمی قوت اُس کی ہم رنگ و نسل اور ہم مذہب بھی تھی۔ انگریزوں نے امریکیوں کو اپنا امام بنایا اور اُس کی اقتدا میں بے چوں و چرا ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ ہمارے نقطۂ نظر سے اس عشرے کا اہم ترین واقعہ' دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست پاکستان کا وجود میں آنا تھا۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں یہ دوسری ریاست تھی جو اسلام کے نام اور مذہب کی بنیاد پر قائم ہوئی تھی۔

دوسری طرف 1917ء میں بالشویک انقلاب کے نتیجہ میں نئی شکل اختیار کرنے والا ملک یعنی کیمونسٹ سوویت یونین اِسی عشرہ میں ہٹلر کی فاتح عالم بننے کی خواہش کو سرد برف پوش پہاڑوں تلے دفن کر کے خود ایک دیوہیکل قوت بن گیا۔ سارا مشرقی یورپ اُس کے زیر نگیں تھا۔ سرخ اور سفید سامراج متحارب قوتوں کی صورت میں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ دنیا دو حصوں میں بٹ گئی۔ کوئی ملک امریکہ کا اتحادی بن گیا اور کوئی سوویت یونین کے ساتھ کھڑا نظر آیا۔ اگرچہ غیر جانبدار ممالک کی ایک تحریک کی بنیاد بڑے زور و شور سے رکھی گئی۔ لیکن اُسے متحرک اور فعال بنانے کی تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئیں' کیونکہ اُن کی غیر جانبداری جعلی اور مصنوعی تھی اور یہ نام نہاد غیر جانبدار ممالک بھی کسی نہ کسی انداز میں دو بڑی قوتوں میں سے کسی ایک طرف واضح جھکاؤ رکھتے تھے۔

سوویت یونین ایک ملحد اور بے خدا ریاست تھی اور اُس کی بنیاد ہی مذہب دشمنی پر رکھی گئی تھی۔ امریکہ نے سوویت یونین کی مذہب دشمنی کا خوب ڈھنڈورا پیٹا اور دنیا بھر میں مذہبی جذبات کو بھڑکایا اور اکثر و بیشتر ممالک سے اسی بنیاد پر دوستی کا رشتہ استوار کرنے کی کوشش کی۔ اِن حالات میں پاکستان جیسے نظریاتی ملک کے لیے کیسے ممکن تھا کہ وہ امریکہ کا ہاتھ جھٹک کر ملحد اور مذہب دشمن سوویت یونین سے دوستی کی پینگیں بڑھاتا۔ ایک تاریخی روایت کے مطابق آزادی سے پہلے امریکہ کا ایک وفد ہندوستان آیا تھا اور اُس نے قائداعظم سے ملاقات کی تھی جس میں قائداعظم نے امریکی پالیسیوں کی حمایت کا وعدہ کیا تھا۔ ہم اگر اپنے آپ کو اُس دور میں لے جائیں تو یہ کیسے ممکن تھا کہ قرآن کو اپنا دستور قرار دینے والے اُن سے دوستی کر لیتے جو مذہب کو تمام برائیوں کی جڑ قرار دے رہے تھے۔ لہٰذا اُس وقت سوویت یونین کی بجائے امریکہ سے تعاون کا فیصلہ تو بالکل درست تھا۔ لیکن پھر ہم سے ایسی تین ہمالائی غلطیاں سرزد ہوئیں کہ آج ہم امریکہ کے دوست کی بجائے اُس کے غلام بن کر رہ گئے۔ (باقی صفحہ 13 پر)

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر"

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 — شمارہ 19
یکم تا 7 جون 2006ء
4 تا 10 جمادی الاوّل 1427ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' **طابع**: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بائیسویں غزل

(بالِ جبریل، حصّہ دوم)

یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبحگاہی — کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی!
تری زندگی اسی سے، تری آبرو اسی سے — جو رہی خودی تو شاہی، نہ رہی تو رُو سیاہی!
نہ دیا نشانِ منزل مجھے اے حکیم تو نے — مجھے کیا گلہ ہو تجھ سے، تو نہ رہ نشیں، نہ راہی!
مرے حلقۂ سخن میں ابھی زیرِ تربیت ہیں — وہ گدا کہ جانتے ہیں رہ و رسمِ کجکلاہی!
یہ معاملے ہیں نازک، جو تری رضا ہو، تُو کر — کہ مجھے تو خوش نہ آیا یہ طریقِ خانقاہی
تو ہما کا ہے شکاری، ابھی ابتدا ہے تیری — نہیں مصلحت سے خالی یہ جہانِ مرغ وماہی!
تو عرب ہو یا عجم ہو ترا لَآ اِلٰہ اِلاَّ! — لُغتِ غریب، جب تک ترا دل نہ دے گواہی!

1۔ اِس شعر کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی خودی سے آگاہ ہو جاتا ہے، اُسے خواہ تخت و تاج میسر ہو یا نہ ہو، لیکن وہ بادشاہوں کی طرح انسانوں پر حکومت کرتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا والوں کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتا، اور اقبال کی رائے میں یہ شانِ بے نیازی حقیقی بادشاہی ہے، اور دنیاوی بادشاہی سے برتر ہے۔

2۔ انسان کی حقیقی زندگی اور عزت و آبرو، معرفتِ خودی ہی سے حاصل ہو سکتی ہے، اور جو شخص اپنی ذات کی معرفت سے محروم ہے، وہ دنیا میں کسی قسم کی عزت و آبرو حاصل نہیں کر سکتا۔

3۔ فلسفی کسی شخص کو اللہ تعالیٰ سے ملنے کا طریقہ نہیں بتا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نہ رہ نشیں ہے نہ راہی ہے، بلکہ محض قیاسات اور ظن و تخمین میں گرفتار ہے۔ اور جو خود گمراہ ہو، اور اگر گمراہ نہ ہو، تو چکرایا ہوا ضرور ہو، وہ دوسروں کی رہبری کیسے کر سکتا ہے؟ رہ نشیں سے مراد ہے، اللہ سے ملنے کا آرزو مند۔ راہی سے مراد ہے راہِ معرفت کا سالک۔

4۔ میری قوم دنیا میں بادشاہت کر چکی ہے، اس لیے رہ و رسم بادشاہی سے آگاہ ہے۔ میں نے اُسے دنیا میں سربلندی و سرفرازی حاصل کرنے کا طریقہ بتا دیا ہے، اور میری قوم میرے کلام کا مطالعہ کر رہی ہے۔ جس دن اُس نے میرے پیغام پر عمل کرنا شروع کر دیا، ان شاء اللہ پھر سربلند ہو جائے گی۔

5۔ طریقِ خانقاہی یا مزاجِ خانقاہی، اقبال کی خاص اصطلاح ہے، اس سے اُن کی مراد ہے بے عملی کی زندگی، جو اسلام کی رُوح کے خلاف ہے۔ فرماتے ہیں، اے مسلمان! میں تجھے مجبور تو نہیں کر سکتا کہ تُو میری تعلیم پر ضرور عمل کرے۔ تیری مرضی ہے عمل کر یا نہ کر، لیکن میں تجھ سے صاف لفظوں میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ تیرا یہ طریقِ خانقاہی، یعنی تیری یہ بے عملی کی زندگی مجھے تو بالکل پسند نہیں ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام تو سراسر جہاد کی تعلیم دیتا ہے۔ بے عملی تو اسلام کی ضد ہے۔ اس پر بھی اگر تُو اس طریقے کو اختیار کرنے پر مصر ہے تو تیری مرضی۔

6۔ اے مسلمان! تیرا نصب العین بہت بلند ہے، یعنی دنیا میں نیابتِ الٰہیہ کے مقام پر فائز ہونا، لیکن اس کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تُو کائنات کی قوتوں کو مسخر کر۔ اس کے بعد تُو ہما کا شکار کر سکے گا۔ ''ہما'' سے مراد ہے مقام نیابتِ الٰہیہ۔ یہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سب کو اللہ نے اپنی مصلحت سے پیدا کیا ہے کہ تُو اسے اپنی خودی کی تکمیل کے لیے استعمال کر سکے۔

7۔ مسلمان خواہ عرب کا رہنے والا ہو، خواہ عجم کا، لا الٰہ الا اللہ کا مفہوم نہیں سمجھ سکتا، جب تک اُس کا دل اِس حقیقت پر گواہی نہ دے کہ واقعی اِس کائنات میں اللہ کے سوا اور کوئی طاقت مجھ پر حکمران نہیں ہے۔ یہ نکتہ اقبال نے ''جاوید نامہ'' میں انتہائی مؤثر انداز میں پیش کیا ہے:

لا الٰہ گوئی؟ بگو از روئے جاں
تاز اندامِ تو آید بوئے جاں
ایں دو حرف لاالٰہ گفتار نیست
لا الٰہ جز تیغ بے زنہار نیست

یعنی اے مسلمان، اگر تو لا الٰہ الا اللہ کہنا چاہتا ہے تو زبان سے مت کہہ، بلکہ دل سے کہہ، تاکہ تیرے اعمال سے توحید کا رنگ ظاہر ہو سکے، کیونکہ یہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ گفتار نہیں ہے، بلکہ ایسی تلوار ہے جو باطل کو فنا کرنے میں مطلق رعایت نہیں کرتی۔

اقبال کو مسلمانوں سے شکوہ ہی یہ ہے کہ وہ لا الٰہ الا اللہ زبان سے تو کہتے ہیں، لیکن اس کے تقاضوں پر عمل نہیں کرتے۔ وہ عرصۂ دراز سے اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ صرف زبان سے ادا کرنا کافی ہے، حالانکہ کامیابی کے لیے اس کی روح اور اس کے مفہوم پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ یعنی اگر ہم سچے دل سے اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کے سوا اس کائنات میں اور کوئی اِلٰہ (معبود) نہیں ہے، تو پھر ہم اس کے سوا اور کسی کی اطاعت نہیں کر سکتے، لیکن ہمارا طرزِ عمل یہ ہے کہ ہم زبان سے کہتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ، لیکن ہمارا عمل ہمارے قول کی تکذیب کرتا ہے، یعنی ہم نہایت خوشی کے ساتھ ''غیر اللہ'' کی اطاعت کرتے ہیں۔ اقبال کہتے ہیں کہ لا الٰہ گفتار نہیں، بلکہ تلوار ہے۔ یعنی مسلمان غیر اللہ کی اطاعت نہیں کر سکتا، بلکہ اگر وہ اُسے اپنی اطاعت پر مجبور کرے، تو اُس کے خلاف جہاد کرتا ہے۔

منبر و محراب

کیا میثاقِ جمہوریت پاکستان کے جملہ مسائل کا حل ہے؟

مسجد دارالسلام باغ جناح‘ لاہور میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ العالی کے 26 مئی 2006 کے خطبہ جمعہ کی تلخیص

(آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:)

حضرات: میری آج کی گفتگو کا عنوان ہے ”کیا میثاق جمہوریت پاکستان کے جملہ مسائل کا حل ہے؟ بلاشبہ یہ میثاق پاکستانی سیاست کا ایک اہم واقعہ ہے‘ جو لندن میں پیش آیا ہے۔ کیونکہ اِس پر دو ایسی قومی سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں نے دستخط کئے ہیں جو ماضی میں ایک دوسرے کی کٹر دشمن تھیں۔ چنانچہ اِس سے یقیناً پاکستان کی سیاست میں بہتر نتائج نکلنے کی توقع ہے۔

اِس میثاق میں جو اہم نکات شامل ہیں اُن میں سب سے پہلا نکتہ یہ ہے کہ حکومت اور سیاست سے فوج کا عمل دخل کلیۃً ختم کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات موجودہ دور میں جمہوریت کے مسلمات میں سے ہے۔ عہد حاضر میں سول سرکاری ملازمین کو سیاست میں حصہ لینے کا حق حاصل ہے اور نہ ہی مسلح افواج سے وابستہ افراد کو یہ حق ہے کہ ملکی سیاست میں دخل دیں۔ بدقسمتی ہے سے ہماری سیاسی تاریخ میں وقفے وقفے سے مارشل لاء آتا رہا ہے۔ جب کبھی سول حکومتیں قائم ہوئیں‘ اُن کے قیام میں بھی فوج کی ہائی کمان یا آئی ایس آئی دخل انداز ہوتی رہیں۔ بہرحال یہ عزم کہ سیاست سے فوج کا عمل دخل بالکل ختم ہو جائے نہایت خوش آئند ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر قومی سیاسی جماعتوں میں بقائے باہمی پر اتفاق ہو جائے اور اس ضمن میں یہ اصول کہ جو پارٹی بھی الیکشن میں کامیابی حاصل کرے اُسے کام کرنے کا موقع دیا جائے۔ یہ بھی بہت اچھی پیش رفت ہے۔ یہ روش کسی طور پر پسندیدہ نہیں ہے کہ اپوزیشن روزِ اوّل سے حکومت کی ٹانگ گھسیٹنی شروع کر دے۔ جمہوریت میں اپوزیشن کا کردار بھی مسلمہ ہے‘ وہ اپنی شیڈو کابینہ بنا سکتی ہے‘ مگر ضروری ہے کہ وہ تنقید بھی کرے تو مدلل کرے۔ غلط پروپیگنڈا‘ اوچھے الزامات‘ ہارس ٹریڈنگ سے اگر چھٹکارا حاصل کر لیا جائے تو یہ بات یقیناً مستحسن ہوگی۔

اِسی طرح یہ مطالبہ کہ آئندہ الیکشن کے لیے آزاد اور خود مختار الیکشن کمیشن قائم کیا جائے‘ نیز ایسی نگران قومی حکومت تشکیل دی جائے جس میں تمام جماعتیں شامل ہوں‘ بھی درست مطالبہ ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے امور ایسے ہیں جن کی تعریف کی جانی چاہیے۔ اگر اِس میثاق پر بالفعل عمل ہو جائے تو یقیناً اِس سے ملک میں ایک صاف ستھری سیاست کا آغاز ہو جائے گا۔ اگرچہ اس میثاق کا پروان چڑھنا آسان نہیں ہے ؏

دیکھئے کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

یہ بات یقینی ہے کہ حکومت اِس کی بھرپور مخالفت کرے گی۔ اِس کی پوری کوشش ہوگی کہ بےنظیر اور نواز شریف میں سے ایک بھی پاکستان نہ آنے پائے۔ اگر بےنظیر واپس آ گئیں تو اِس بات کا قوی امکان ہے کہ انہیں مقدمات میں پھنسا دیا جائے گا اور نواز شریف آئے تو شہباز شریف کی طرح انہیں بھی

> میثاق جمہوریت میں بہت سے امور ایسے ہیں جن کی تعریف کی جانی چاہیے۔ اگر اِس میثاق پر بالفعل عمل ہو جائے تو یقیناً اِس سے ملک میں ایک صاف ستھری سیاست کا آغاز ہو جائے گا۔ اگرچہ اس میثاق کا پروان چڑھنا آسان نہیں ہے

ڈی پورٹ کر دیا جائے گا۔ شیر کے منہ سے نوالہ چھیننا آسان نہیں۔ ہماری مسلح افواج کو اقتدار کا چسکا لگ گیا ہے۔ اِس لیے بآسانی انہیں اقتدار سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ ویسے بھی الیکشن ابھی دور ہیں اور یہ بات بھی یقینی نہیں کہ الیکشن منعقد ہوں گے بھی یا نہیں۔

اب حصولِ مقاصد کے لیے صرف ایک راستہ رہ جاتا ہے اور وہ ہے عوامی احتجاج۔ اِس کی حالیہ دور میں کئی مثالیں سامنے آ چکی ہیں۔ لاطینی امریکہ اور جنوبی امریکہ کے کئی ممالک میں ایسا ہوا ہے کہ عوامی احتجاج کے نتیجے میں وہاں حکومتیں تبدیل ہوئی ہیں۔ جب عوام نے دھاوا بولا تو حکمران عقبی دروازے سے بھاگ گئے۔ یہی معاملہ دو سابقہ سوویت ریاستوں یوکرائن اور جارجیہ میں بھی ہو چکا ہے۔ اِس قسم کی تحریک پاکستان میں بھی چل سکتی ہے۔ اِس کے لیے فضا سازگار ہے۔ عوام پریشان حال ہیں‘ کمر توڑ مہنگائی سے تنگ آ چکے ہیں۔ زندگی مشکل ہو چکی ہے۔ یہی وہ چیزیں ہیں جو کسی انقلابی تحریک کے لیے معاون ہوتی ہیں۔

اگرچہ احتجاجی تحریک کے لیے فضا سازگار ہے‘ مگر یہ کھلی حقیقت ہے مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی کے پلیٹ فارم سے کوئی بھی عوامی تحریک نہیں چل سکتی۔ محض جمہوریت کی بحالی کے لیے ہمارے ہاں جان دینے والے لوگ موجود نہیں ہیں۔ لوگ اگر جانیں قربان کرتے ہیں تو صرف نفاذِ اسلام کے اعلیٰ و ارفع مقصد کی خاطر کرتے ہیں۔ 1953ء میں ختم نبوت کے مسئلہ پر لوگوں نے جانیں دیں۔ 1974ء میں بھی تحریک چلی ہے تو ختم نبوت کے لیے چلی۔ پی این اے کی تحریک کو بھی جان نظامِ اسلام کے نعرے نے بخشی۔ چنانچہ ہمارے ہاں احتجاجی تحریک دینی جماعتوں کی حمایت سے ہی چلے گی۔ مذہبی جماعتوں میں سے جماعت اسلامی تو پہلے ہی ستمبر سے حکومت کے خلاف دھرنے دینے کا اعلان کر چکی ہے۔ یہ اعلان جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم سے کیا گیا ہے۔ ایم ایم اے کے پلیٹ فارم سے نہیں ہوا۔ کیونکہ مولانا فضل الرحمٰن اس سے متفق نہیں ہیں۔ بہرحال جس اعتماد اور زور و شور سے قاضی صاحب نے اعلان کیا ہے‘ اب انہیں میدان میں آنا ہی پڑے گا۔ اگر وہ پیچھے ہٹ گئے تو اُن کی سیاسی موت واقع ہو جائے گی۔ اندریں حالات دونوں بڑی جماعتیں یا تو دینی جماعتوں کی حمایت حاصل کریں‘ یا پھر جماعت اسلامی کی تحریک کا ساتھ دیں۔

یہ سوال کہ پاکستان میں اگر کوئی بڑی احتجاجی تحریک چل پڑی تو اُس کے نتائج کیا ہوں گے‘ اِس بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔ ہمارے خیال میں اِس کے نتیجے میں مختلف ممکنہ صورتیں پیش آ سکتی ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اِس تحریک میں امریکہ کا کلیدی کردار ہوگا۔ کہا جا رہا ہے کہ صدر مشرف کے ساتھ امریکہ کا

ہنی مون ختم ہو چکا ہے۔ امریکہ مشرف کے کردار سے مطمئن نہیں ہے۔ زبانی کلامی تعریف اپنی جگہ مگر فی الواقع وہ مشرف سے "Do more" کا تقاضا کر رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ''صحیح کام'' نہیں کر رہے ہیں۔ اندریں حالات کوئی بھی عوامی تحریک شروع ہوئی تو امریکہ اُس کی پشت پر ہو گا' جیسے پی این اے کی تحریک کی پشت پر امریکہ تھا۔ کیونکہ ایٹمی پروگرام کے ''جرم'' میں ذوالفقار علی بھٹو کو دنیا کے لیے نشانہ عبرت بنانا امریکہ کے پیش نظر تھا۔ ہنری کسنجر نے برملا کہا تھا: بھٹو! تمہیں دنیا کے لیے مثال عبرت بنا دیں گے۔ پھر یہی ہوا کہ بھٹو کو پھانسی دلوا کر امریکہ نے دم لیا۔

اگر امریکہ کی طرف سے اس تحریک کی پشت پناہی ہو جاتی ہے تو وہ ایک تیر سے دو شکار کرلے گا۔ ایک تو یہ کہ یہاں آمریت جو ان کی لغت میں انتہائی ناپسندیدہ شے ہے (اگرچہ اپنے مخصوص مفادات اور مقاصد کے لیے امریکہ آمروں کو بھی سپورٹ کرتا ہے) کا خاتمہ کرا دے گا۔ دوسرے یہ کہ اگر بے نظیر صاحبہ برسراقتدار آ جاتی ہیں تو وہ اُسی پالیسی کو لے کر چلیں گی جس پر مشرف عمل پیرا ہیں۔ وہ بھی اسلامی بنیاد پرستوں کے خلاف امریکی جنگ کی بھرپور سپورٹر ہیں۔ اس طرح یہاں جمہوریت بھی آ جائے گی اور مغربی تہذیب اور سیکولر نظام کے قیام کا امریکی مشن بھی آگے بڑھے گا جو اُس کا مطمع نظر ہے۔

دوسری ممکنہ صورت یہ بھی ہے کہ گیم مشرف صاحب کے ہاتھ سے نکلنے لگے تو وہ جنرل ایوب خان جیسا کام کریں۔ یعنی کسی اور جرنیل کو آگے لا کر مارشل لا لگوا دیں۔ یہ عین ممکن ہے۔ تاریخ اپنے آپ کو دہرا سکتی ہے۔

اس سے بھی زیادہ خوفناک امکان یہ بھی ہے کہ عوامی احتجاج اور سیاسی تحریک کے نتیجے میں سیاسی انتشار اور ہلچل مچ جائے' خون ریزی ہو جائے تو امریکہ ملک کو داخلی طور پر غیر مستحکم قرار دے کر مداخلت کرلے' یہ کہہ کر غیر مستحکم ملک کے ہاتھ میں ایٹم بم کا ہونا پوری انسانیت کے لیے خطرہ ہے۔ ظاہر ہے اسی بنیاد پر وہ ایران کو دھمکیاں دے رہا ہے کہ وہ عالمی امن کے لیے خطرہ ہے۔ اسی کا جھوٹا بہانہ بنا کر اُس نے عراق پر یلغار کی ہے۔ اب پاکستان تو اس کی ہٹ لسٹ پر ہے۔

اگرچہ میں سمجھتا ہوں کہ ''میثاق جمہوریت'' ایک اچھی پیش رفت ہے تاہم ہماری اصل ترجیح اسلام ہے۔ میرا یہ دیرینہ موقف ہے کہ انتخابات کے ذریعے اس ملک میں اسلام نہیں آ سکتا۔ اس لیے ہم نے تنظیم اسلامی قائم کی اور انتخابی راستے کی بجائے نبی اکرم ﷺ کے انقلابی منہج پر غلبۂ دین کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ تاہم میں نے ہمیشہ کہا ہے کہ جمہوری عمل کا تسلسل ضروری ہے۔ اس لیے کہ جمہوریت کے بطن سے پاکستان نے جنم لیا ہے۔ 1946ء کے الیکشن میں اگر مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہونے کی حیثیت حاصل نہ ہوتی تو پاکستان بننے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ لہٰذا میں ہمیشہ سے کہہ رہا ہوں کہ جمہوریت پاکستان کی ماں ہے۔ جمہوری عمل کی حمایت کی بنا پر ہی جب پیپلز پارٹی کی تاسیس ہوئی تو ڈاکٹر مبشر حسن نے مجھے اُس میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب جنرل ایوب خان کے دورِ حکومت کے آخری دنوں میں کچھ لوگ سوچ رہے تھے کہ ملک کو ڈکٹیٹرشپ سے نجات دلائی جائے۔ اگرچہ میں نے ڈاکٹر صاحب کو صاف جواب دیا کہ میری ترجیحات کچھ اور ہیں۔ آپ لوگ جمہوریت کی بات کرتے ہیں' میں اسلام کا احیاء' نظامِ اسلامی کا قیام چاہتا ہوں۔

جنرل ضیاء الحق (مرحوم) کو بھی میں نے جمہوری سیاسی عمل کی بحالی کا مشورہ دیا تھا' انہیں واضح طور پر کہا تھا کہ آپ جمہوری اور انتخابی عمل کو روکے رکھیں گے تو یہ ملک کے لیے خودکشی کے مترادف ہو گا۔ اگرچہ میں نے اُن کی مجلس شوریٰ کی رکنیت قبول کرلی تھی۔ شاید کہ اُن کے ذریعے نفاذِ اسلام کی جانب پیش رفت ہو مگر جلدی بددل ہو کر اُس سے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ بہرحال میں سمجھتا ہوں کہ الیکشن تسلسل کے ساتھ ہوتے رہنے چاہئیں۔ اس سے رائے عامہ کا اظہار ہوتا ہے۔ مختلف علاقوں کے نمائندے پارلیمنٹ میں پہنچتے ہیں۔ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ ساری چیزیں قوم کے لیے گویا عملِ تنفس ہے۔ جیسے ہمارے جسم میں کاربن ڈائی آکسائیڈ پیدا ہوتی ہے اور سانس لینے کے عمل کے دوران اُس کا اخراج ہوتا ہے اور آکسیجن اندر داخل ہوتی ہے' اسی طرح جمہوری عمل کا تسلسل بھی ملک کے لیے ناگزیر ہے۔ اس کو معطل کر دینا پاکستان کے لیے خودکشی کے مترادف ہے۔

جمہوری عمل کی افادیت مسلّمہ ہے' مگر جمہوریت سے اہم تر ہمارا اصل اور بنیادی مسئلہ اسلام ہے' اسلامی نظام کا قیام ہے۔ 1946ء کے الیکشن میں مسلم لیگ کو اسلام کے نعرے کی وجہ سے ووٹ ملے تھے۔ یہ خیال کہ اسلام کا نعرہ جھوٹا اور نمائشی تھا' غلط ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ قائداعظم ایک مخلص آدمی تھے۔ دنیا مانتی ہے کہ وہ ایک کھرے شخص تھے۔ ان کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ 1937ء سے 1947ء تک انہوں نے اپنی تقاریر میں جابجا اسلام' اسلامی تہذیب اور اسلامی نظام کی بات کی تھی۔ قرآن حکیم کو مملکت کا آئین اور دستور قرار دیا تھا۔ اسی بناء پر ہندوستان کے ان علاقوں کے لوگوں نے بھی جن کا پاکستان میں شامل ہونے کا سوال ہی نہ تھا' مسلم لیگ کو ووٹ دیا۔ غور کیجیے' کیا مدراس' سی پی' بمبئی' یوپی اور بہار پاکستان میں شامل ہو سکتے تھے۔ اگر نہیں' تو ان علاقوں کے مسلمانوں کے مسلم لیگ کو ووٹ دینے کا بنیادی سبب دینی جوش اور ولولہ تھا۔ درحقیقت علامہ اقبال نے مسلمانانِ ہند میں احیائے اسلام کا صور پھونکا تھا۔ اور قائداعظم اس نعرے کو لے کر پورے ملک میں گھومے' دن رات ایک کیا' اور یہ پیغام گھر گھر پہنچایا۔ اس لیے میں کہا کرتا ہوں جمہوریت پاکستان کی ماں ہے اور اس کا باپ اسلام ہے' جیسے حضرت سلمان فارسیؓ سے جب پوچھا جاتا تھا کہ آپ کا نام کیا ہے' تو وہ کہتے سلمان۔ جب ان سے پوچھا جاتا' سلمان ابن؟ تو جواب دیتے سلمان ابن اسلام۔ یعنی میں سلمان ہوں اور اسلام میرا باپ ہے۔ اسی طرح پاکستان دنیا میں واحد ملک ہے جس کا باپ اسلام ہے۔ پاکستان کی بنیاد ہی اسلام پر ہے۔ اس کے بغیر اس کا استحکام تو درکنار اس کی بقا بھی ناممکن ہے۔ اگر اس ملک میں اسلام نافذ نہیں کیا جاتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بے بنیاد ریاست ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی تعمیر اپنی پختہ بنیاد کے بغیر تادیر کھڑی نہیں رہ سکتی۔

سینئر صحافی زیڈ اے سلہری اپنی زندگی کے آخری سالوں میں اپنے ہر کالم اور مضمون میں مسلم قومیت کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ ایک دن میری ان سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے یہی بات کہی تھی کہ آپ جس مسلم قومیت کا نعرہ لگا رہے ہیں' اس کا تصور علامہ اقبال نے پیش کیا تھا' پھر اسے مولانا مودودی نے متحدہ قومیت کے خلاف کتاب لکھ کر بہت عام کیا۔ لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب اس تصور کے پس منظر میں ہندو کے خوف کا عنصر موجود تھا۔ چنانچہ اس کے مقابلے کے لیے مسلمانوں کا یکجان ہونا ضروری تھا۔ مگر پاکستان بننے کے بعد یہ خالی خولی مسلم قومیت نہیں چل سکتی' جب تک کہ اسلام میں اس کی بنیاد میں موجود نہ ہو' اور آپ تو اسلام کی بات ہی نہیں کرتے۔ اسی طرح کا معاملہ سینئر صحافی ارشاد احمد حقانی کا ہے۔ وہ ایک مخلص صحافی ہیں۔ وہ بکنے والے نہیں ہیں۔ انہیں کوئی خوف ہے اور نہ ہی کوئی لالچ'

حالیہ میثاق جمہوریت میں بھی اسلام کا نام تک نہیں لیا گیا۔ صرف جمہوریت کا راگ الاپا گیا ہے' گویا اعلان کر دیا گیا ہے کہ ہمیں سیکولر ڈیموکریسی چاہیے' اسلامی ڈیموکریسی نہیں

جو محسوس کرتے ہیں وہی لکھتے ہیں۔ مگر وہ بھی جمہوریت کے دلدادہ ہیں۔ ان کے بھی ہر مضمون کی تان یہیں آ کر ٹوٹتی ہے کہ جمہوریت ہی گویا ہمارے جملہ امراض کا علاج ہے۔ حالانکہ یہ بات ہرگز درست نہیں ہے۔ اب ستم بالائے ستم یہ ہے کہ حالیہ میثاق جمہوریت میں بھی اسلام کا نام تک نہیں لیا گیا۔ صرف جمہوریت کا راگ الاپا گیا ہے' گویا اعلان کر دیا گیا ہے کہ ہمیں سیکولر ڈیموکریسی چاہیے' اسلامی ڈیموکریسی نہیں۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم نے تحریک پاکستان کے اصل مقاصد کو فراموش کر دیا ہے' نفاذِ اسلام کے مشن سے پسپائی اختیار کی اور ان وعدوں کو بھلا بیٹھے جو اس زمانے میں اللہ تعالیٰ سے کیے تھے۔ اس حوالے سے میں سورۃ الانفال کی ان آیات کو جو میں نے شروع میں تلاوت کی ہیں جب پڑھتا ہوں' تو مجھے تحریک پاکستان کے زمانے کا نقشہ دکھائی دیتا ہے۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا

اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ (الانفال)

"اور (اُس وقت کو) یاد کرو جب تم زمین میں قلیل اور ضعیف سمجھے جاتے تھے اور ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمہیں اُڑا (نہ) لے جائیں (یعنی بے خان ومال نہ کر دیں)۔ تو اُس نے تم کو جگہ دی اور اپنی مدد سے تم کو تقویت بخشی اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں تاکہ (اُس کا) شکر کرو۔ اے ایمان والو! نہ اللہ اور رسول ﷺ کی امانت میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم (ان باتوں کو) جانتے ہو۔"

متحدہ ہندوستان میں ہم لوگ اقلیت میں تھے اور دبے ہوئے تھے' ہندو غالب تھا۔ تجارت' کاروبار' ملازمتوں اور تعلیم پر اس کو برتری حاصل تھی۔ شدید اندیشہ تھا کہ اپنے غلبہ اور اکثریت کی بنا پر وہ ہمارا استحصال کرے گا اور ہمارا جداگانہ تشخص مٹا دے گا۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پناہ دی کہ ایک آزاد اور خودمختار وطن پاکستان عطا کیا۔ اپنی خصوصی مدد سے ہماری تائید فرمائی' اور ہمارے دشمنوں کے دلوں پر رعب ڈال دیا۔ اس نے ہمیں پاکیزہ رزق دیا۔ تاریخ پاکستان کے ابتدائی سالوں میں ہمارے ہاں نسبتاً زیادہ خوشحالی تھی۔ ان احسانات کا تقاضا یہ تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے' مگر ہم نے ایسا نہ کیا۔ ہم نے امانت میں خیانت کی' اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی کی کہ اللہ تعالیٰ کے نظام کے بجائے اپنی مرضی کا نظام ملک میں چلانے لگے۔

خیانت اور بدعہدی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم میں نفاق ڈال دیا۔ جیسے سورۃ توبہ میں فرمایا گیا:

﴿فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾﴾

"تو اللہ نے اس کا انجام یہ کیا کہ اس روز تک کے لیے جس میں وہ اللہ کے روبرو حاضر ہوں گے اُن کے دلوں میں نفاق ڈال دیا' اس لیے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اُس کے خلاف کیا اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔"

قومی سطح پر یہ نفاق تین صورتوں میں ظاہر ہوا' جو درج ذیل ہیں:

نفاقِ باہمی:

تقسیم ہند پہلے مسلمان ہندو کے مقابلے میں ایک قوم تھے۔ شیعہ سنی' دیوبندی' بریلوی اہلحدیث سب متحد تھے۔ سندھی اور پنجابی میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ لیکن اب صورتحال یہ ہے کہ قوم صوبائیت اور لسانیت کی عصبیتوں کا شکار ہو کر تقسیم ہو گئی ہے۔ قوم میں یکجہتی باقی نہیں رہی۔ اسی کا نام نفاقِ باہمی ہے۔ کالا باغ ڈیم پر اختلاف اس نفاق کا مظہر ہے۔ یہ بات سب کہتے ہیں کہ آبی وسائل پاکستان کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے' مگر اس کے باوجود ڈیم نہیں بن رہا۔ ہمارا کمانڈو صدر ڈیم کی تعمیر کا اعلان کرتا ہے' مگر پھر اُسے عملی جامہ نہیں پہنا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سندھیوں کو پنجابیوں پر اعتماد نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں اس طرح ہماری جان پنجابیوں کی مٹھی میں آ جائے گی۔ وہ جب چاہیں گے ہمارا پانی بند کر دیں گے۔

اس سے بھی زیادہ خطرناک مظہر بلوچستان کی صورتحال ہے' جو علیحدگی کے دھانے پر کھڑا ہے۔ اور یہ بات غلط نہیں کہ وہاں مشرقی پاکستان کی تاریخ دُہرائی جانے والی ہے۔ بلوچستان میں شدید کشیدگی کا ماحول ہے۔ علیحدگی پسند گروہوں کو بیرونی سپورٹ بھی حاصل ہے۔ انڈیا اُن کی امداد کے لیے افغانستان میں اپنے اڈے بنا رہا ہے۔ اُس نے وہاں اپنے قونصلیٹ قائم کر لیے ہیں۔

حضرات! جان لیجیے اسلام کے علاوہ ہماری قومیت کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہے۔ وطنی قومیت اگر ہماری قومیت کی بنیاد ہوتی تو اُس کی نفی کر کے ہم الگ ملک نہ بناتے۔ مفکر پاکستان نے وطنی قومیت کے بارے میں کہا تھا:

اس دور میں مے اور ہے' جام اور ہے' جم اور
ساقی نے بنا کی روشِ لطف و کرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

وطنی قومیت تو مسلمان کے مزاج کے خلاف ہے۔ مسلمان زمین کی پرستش نہیں کرتا۔ اُس کا ذہن آفاقی ہوتا ہے۔

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

نفاقِ کردار:

نفاق کی دوسری صورت جو قوم میں ظاہر ہوئی وہ نفاقِ کردار ہے۔ جھوٹ' بدعہدی' وعدہ خلافی' خیانت' قتل و غارت گری' راہزنی' چوری اور قومی خزانے سے اربوں روپے کے غبن یہ سب کردار کا نفاق ہے۔ اخلاقی طور پر قوم کا دیوالہ نکل گیا ہے۔ حدیث رسول میں منافق کی تین نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔ اور یہ تینوں قوم میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ مثلاً

- ☆ جب بات کرے تو جھوٹ بولے
- ☆ جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے
- ☆ جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے

نفاقِ دستور:

نفاق کی تیسری صورت دستوری منافقت ہے۔ ہمارا دستور منافقت کا پلندہ ہے۔ اس میں ایک طرف اسلام بھی موجود ہے۔ اسلام کے لیے اس میں قراردادِ مقاصد ہی کافی ہے بشرطیکہ اُسے باقی آئین پر بالادستی حاصل ہو' مگر افسوس عملاً ایسا نہیں ہے۔ اس لیے یہ قرارداد بھی عملاً غیر موثر ہو کر رہ گئی ہے۔

دستوری منافقت کے خاتمے کے لیے ہم نے میاں محمد نواز شریف صاحب سے بھی مطالبہ کیا تھا اور انہوں نے اس کا وعدہ بھی کیا مگر افسوس وہ یہ وعدہ پورا نہ کر سکے۔ بعد میں موجودہ دور حکومت میں مجوزہ دستوری ترامیم کا مسودہ اخبارات میں شائع کرایا' اور مجلس عمل کے اکابرین سے مطالبہ کیا اس بل کو منظوری کے لیے قومی اسمبلی میں پیش کیجیے۔ اگر بالفرض یہ نامنظور بھی ہو گیا تو کم از کم یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ ہماری پارلیمنٹ اسلام کو نہیں چاہتی ہے۔ لوگ آگاہ ہو جائیں گے کہ کون اسلام کے حق میں ہے اور کون نہیں ہے۔ مگر ایم ایم اے کو اس کی ہمت اور جرأت نہیں ہوئی۔

اب دُعا ہی کی جا سکتی ہے کہ اس ملک کو اپنی بھولی ہوئی منزل یاد آ جائے۔ ہم میثاقِ جمہوریت کے علمبرداروں پر بھی واضح کرتے ہیں کہ اے جمہوریت کے متوالو! جمہوریت ثانوی شے ہے۔ اگر تمہیں پاکستان کی بقا مطلوب ہے تو اس کے لیے ملک کی اساس کو مضبوط کرنا ہو گا' اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی لانا ہو گا۔ اس کے بغیر پاکستان قائم نہیں رہ سکتا۔ خاکم بدہن یہ ملک ختم ہو جائے گا' اور ہمارے دشمن جو پیشین گوئیاں کر رہے ہیں وہ صحیح ثابت ہو جائیں گی۔ محض جمہوریت کے راگ الاپنے ہی سے ہمارے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ ملک کا بڑا مسئلہ جاگیرداری نظام اور وڈیرہ ازم ہے۔ اس کی بنا پر ہماری آبادی کی اکثریت جو دیہی علاقوں پر مشتمل ہے اور جہاں جاگیرداروں کا تسلط ہے' آزادانہ طریقے سے اپنی رائے کا اظہار نہیں کر سکتی۔

جمہوریت اگر پاکستان کی ماں ہے تو اس کا باپ اسلام ہے۔ پاکستان کی بنیاد ہی اسلام ہے۔ اس کے بغیر اس کا استحکام تو درکنار اس کی بقا بھی ناممکن ہے' کیونکہ کوئی بھی تعمیر اپنی پختہ بنیاد کے بغیر تادیر کھڑی نہیں رہ سکتی

پس ضروری ہے جاگیرداری نظام کا خاتمہ کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ ہمارے ملک کے لیے موزوں حقیقی وفاقی نظام ہے۔ جس کے تحت وفاقی اکائیوں کو زیادہ سے زیادہ اختیارات دیے جائیں' صوبے چھوٹے بنائے جائیں۔ پنجاب کو تین اور سندھ کو دو صوبوں میں تقسیم کر دیا جائے' تاکہ ہمیں صوبائیت کے جھگڑے سے نجات ملے۔ تیسری اہم بات یہ ہے کہ ملک میں پارلیمانی کی بجائے صدارتی نظام لایا جائے' مگر یہ نظام صحیح معنوں میں صدارتی ہو۔ جس میں صدر کا باقاعدہ انتخاب ہو۔ ایسا نہ ہو کہ فوج کا کوئی سربراہ حکومت پر قبضہ کر کے صدر بن بیٹھے۔ صدارتی نظام کے لیے امریکہ یا فرانس کا پیٹرن اختیار کیا جا سکتا ہے۔

اقول قولی هذا واستغفر الله لی ولكم ولسائر المسلمين والمسلمات

ارشاد نبوی ﷺ

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

- ☆ قیدی کو چھڑاؤ'
- ☆ بھوکے کو کھانا کھلاؤ' اور
- ☆ بیمار کی عیادت کرو۔

انطاکیہ پر صلیبیوں کا قبضہ

ہمارے قسط وار سلسلہ ہائے مضامین کے بارے میں محترم قارئین اپنی رائے کا اظہار خطوط یا فون کی صورت میں کرتے رہتے ہیں۔ حالیہ مکاتبت میں اُن کی یہ شکایت سامنے آئی ہے کہ احیائے اسلام کی تحریکوں کی تاریخ ادھوری رہ گئی' اس لیے کہ اُس میں ایران' ترکی' شام' اردن' فلسطین یعنی مشرق وسطیٰ کے خطے میں ابھرنے والی تجدیدی تحریکوں اور عظیم شخصیات کا تذکرہ نہیں ہوا۔ یہ شکایت بالکل درست اور بجا ہے۔ اس کے ادھورا رہنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہمارے پاس پوری معلومات نہ تھیں اور اس ضمن میں اُن ملکوں کے سفارت خانوں سے حصولِ مواد کے لیے ہمارا رابطہ قائم ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مغرب نے عالمِ اسلام میں بالکل صلیبی جنگوں کا سا منظر پیدا کر رکھا ہے' جس نے احیائی تحریکوں کو پس منظر میں لے جا کر عسکری شدت اختیار کر رکھی ہے۔ لٰہذا شدید تر ضرورت نے صلیبی جنگوں کی تاریخ کو مقدم کر دیا اور احیائی وتجدیدی تحریکوں کی تکمیل کو مؤخر۔ موجودہ صلیبی سلسلہ ختم ہوتے ہی احیائی تحریکوں کی تاریخ مکمل کی جائے گی' ان شاء اللہ۔ بعض قارئین نے اس امر کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ جن مقامات کا ذکر صلیبی جنگوں کے حوالے سے آتا ہے' اُن کو ایک سادہ سے نقشے میں دکھایا جائے۔ ان جنگوں کا مرکز فلسطین ہے' لٰہذا بیت المقدس کے ساتھ اِن علاقوں کے تعلق اور راستوں کی سادہ اور موٹی لکیروں کی مدد سے وضاحت کر دی جائے۔ ہم اِس تجویز سے پورا اتفاق کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ آئندہ قسط سے نقشہ بھی حسب ضرورت شامل کیا جائے گا۔ (س ق م)

جس وقت صلیبی انطاکیہ پہنچے' اُس وقت سال ختم ہو رہا تھا۔ انہیں معلوم ہوا کہ مسلمان ساری فصل کاٹ چکے ہیں اور سارا اناج اور چارہ شہر کی ذخیرہ گاہوں میں جمع کیا جا چکا ہے۔ اب صورتِ حال یہ تھی کہ انطاکیہ کی مدافعت کرنے والے تو شہر کے اندر بیٹھے مزے سے کھا پی رہے تھے' مگر صلیبی شہر کے چاروں اطراف کھلے میدانوں میں پڑے بھوک پیاس سے بلبلا رہے تھے۔ کرسمس (1097ء) کے تہوار تک صلیبیوں کی لشکر گاہ میں قحط پڑنے لگا' جس سے بہت سے آدمی اور گھوڑے مر گئے۔ لیکن موسم سرما کے نکل جانے اور موسم بہار کی آمد (1098ء) کے ساتھ صلیبی فوج کو سامانِ رسد کے فراہم ہو جانے سے قحط کی تکالیف سے آرام ملنے لگا اور بیماریوں سے بھی نجات ملی۔ اُس زمانے میں ایک خاص واقعہ ہوا جو ہمارے نزدیک خصوصیت سے قابلِ توجہ ہے۔ یہ واقعہ خلیفۂ مصر کے عیسائیوں کے پاس اپنا ایلچی روانہ کرنے کا تھا' جس کی کیفیت ''تاریخ مچاڈ'' میں درج ہے۔ یہاں اُردو ترجمہ پیش ہے:

''یہ اُس زمانے کا واقعہ ہے کہ خلیفۂ مصر کے سفیر کروسیڈروں کے کیمپ میں آئے۔ مسلمانوں کی موجودگی میں عیسائیوں نے اپنے مصائب ومشکلات کو چھپانا چاہا۔ انہوں نے اپنے سب سے قیمتی کپڑے پہنے اور سب سے چمکدار ہتھیار دکھائے۔ سرداروں اور بہادروں نے اپنی طاقت کے مظاہرے کے لیے اکھاڑے جمائے۔ سوائے رقص وسرور اور خوشی کی محفلوں کے کچھ نظر نہیں آتا تھا...... مصری سفیروں کا ایک شاندار اور وسیع خیمے میں استقبال کیا گیا' جس میں فوج کے خاص خاص اور بڑے سردار سب کے سب جمع تھے۔ سفیروں نے اپنی تقریر میں اِس امر کو پوشیدہ نہ رکھا کہ خلیفۂ مصر کو عیسائیوں کے ساتھ اتحاد کرنے سے ہمیشہ نفرت رہی ہے' لیکن کروسیڈروں نے جو فتوحات سُنی ترکوں پر' جو آلِ علیؓ کے دائمی دشمن ہیں' حاصل کی ہیں' اُن کو دیکھ کر خلیفہ کو یقین ہو گیا ہے کہ خود خدا نے اُن کو ایشیا میں بھیجا ہے' تا کہ وہ انصاف وعدل کا ذریعہ بنیں۔ فاطمی خلیفۂ مصر اب فتح مند عیسائیوں کے ساتھ اتحاد کرنے کی طرف راغب ہوا ہے۔ خلیفہ فلسطین اور شام میں داخل ہونے کی تیاری کر رہا ہے۔ کیونکہ خلیفہ کو معلوم ہوا ہے کہ کروسیڈروں کی سب سے بڑی خواہش صرف یروشلم کی زیارت کرنے تک محدود ہے' لٰہذا اُس نے وعدہ کیا ہے کہ عیسائیوں کے گرجے اُن کو واپس دے دے گا' اُن کی عبادت گاہوں کی حفاظت کرے گا اور بیت المقدس کے دروازے تمام زائرین اور حاجیوں پر کھول دے گا' اس شرط پر کہ وہ وہاں ہتھیاروں کے بغیر جائیں اور وہاں ایک ماہ سے زیادہ نہ رہیں۔ اگر کروسیڈروں نے اِن شرائط کو منظور کر لیا تو خلیفہ اُن کا نہایت فیاض معاون بننے کا وعدہ کرتا ہے' اور اگر وہ اُس کی مخلصانہ دوستی کی برکتوں سے انکار کریں گے تو مصر اور ایتھوپیا کی قومیں مع اُن کے جو ایشیا اور افریقہ میں آبنائے قادس سے بغداد کے دروازوں تک رہتی ہیں' رسول اللہ ﷺ کے اصلی نائب کی آواز پر اُٹھ کھڑی ہوں گی اور مغرب کے جنگ آوروں کو اپنی قوتِ بازو کا زور دکھا دیں گی۔''

اِس تقریر کے آخری حصے سے صلیبیوں میں بہت اشتعال پیدا ہوا۔ اُن کے سرداروں میں سے ایک شخص اس کا جواب دینے کے لیے کھڑا ہوا' اور خلیفہ مصر کے سفیروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا: ''اِس مذہب نے جس کی ہم پیروی کرتے ہیں' ہمارے دل میں اِس امر کی آمادگی اور جوش پیدا کیا ہے کہ اُس کے اوائل تاریخ کے مقدس مقامات پر اس کی سلطنت کو دوبارہ قائم کریں۔ ہم اپنے اِس دینی عہد کے پورا کرنے کے لیے کسی دنیاوی طاقت کی حمایت وتائید کے محتاج نہیں ہیں۔ ہم ایشیا میں مسلمانوں سے قانون کی باتیں یا کاروباری منافع حاصل کرنے کے لیے نہیں آئے ہیں' اور نہ ہم کو وہ جور وستم فراموش ہیں جو مصریوں نے مغرب کے عیسائیوں پر ڈھائے ہیں۔ ہم کو اب تک یاد ہے کہ خلیفہ حاکم بامراللہ کے عہد میں مظلوم ومعصوم عیسائیوں کو قاتلوں کے حوالے کیا گیا تھا' اور اُن کے گرجے اور خصوصاً حضرت عیسیٰؑ کا پاک مدفن پیوندِ خاک کر دیئے گئے تھے۔ ہاں بلاشبہ ہمارا مقصد یروشلم کی زیارت کا ہے۔ وہی ہماری اصلی اور آخری منزل ہے۔ اور ہم وہاں کسی کی حمایت وتائید کے بغیر ضرور جائیں گے۔ ہم قسم کھا چکے ہیں کہ یروشلم کو کافروں (مسلمانوں) کے ہاتھ سے چھڑائیں گے۔ جس خدا نے اپنی تکالیف سے اِس کی عزت افزائی کی ہے' اُسی خدا کی مرضی ہے کہ وہاں اُس کے اپنے ہی لوگ اُس کی خدمت کریں۔ عیسائیوں کا عزم ہے کہ وہ یروشلم کے مالک بھی ہوں اور محافظ بھی۔ جاؤ اور جس نے تم کو بھیجا ہے' اُس سے کہو کہ جنگ یا صلح میں سے ایک چیز کو پسند کرے اور اُس کو بتا دو کہ عیسائی جو انطاکیہ کے چاروں اطراف خیمہ زن ہیں' وہ نہ مصر کی فوجوں سے ڈرتے ہیں اور نہ ایشیا اور بغداد کی فوجوں سے خوف کھاتے ہیں' اور وہ صرف اُن طاقتوں سے اتحاد کرتے ہیں جو انصاف کے قوانین اور یسوع مسیح کے جھنڈے کی عزت کرتے ہیں۔''

اشتعال کے باوجود صلیبیوں نے مصلحتاً مصریوں کے اتحاد کو رد نہ کرنا چاہا۔ عیسائیوں کی فوج سے سفیر منتخب کیے گئے جو قاہرہ کے سفیروں کی واپسی پر اُن کے ہمراہ جائیں اور صلیبیوں کی جانب سے صُلح کامل کی تجاویز خلیفہ کے سامنے پیش کریں۔

قابلِ اعتماد مسلمان افسر فیروز کی غداری

انطاکیہ کے محصور مسلمانوں کو کوئی امداد باہر سے نہ پہنچی۔ حلب اور دمشق اور قساریہ اور حمص کے مسلمان سرداروں نے بددلی سے کچھ امداد بھیجی' مگر وہ راستے ہی میں صلیبیوں سے لڑ بھڑ کر واپس چلی گئی۔ صلیبی فوج انطاکیہ کو زورِ بازو سے فتح نہیں کر سکتی تھی۔ انطاکیہ ایک آرمنی دغاباز کی نذر ہونے والا تھا۔ اُس دغاباز کا نام فیروز تھا جو طمع کی غرض سے عیسائی سے مسلمان ہو گیا تھا۔ انطاکیہ کے حاکم باغستان کا اُس پر بہت اعتماد تھا' اور وہ محاصرے میں تین خاص برجوں پر مامور تھا۔ صلیبی سردار بوہمنڈ'

جس کے بارے میں عیسائی مورخ کہتے ہیں کہ وہ بھی طمع ہی کی خاطر صلیبی جنگ میں شریک ہوا تھا' انہی برجوں کے محاصرے پر متعین تھا۔ فیروز نے اُس کو اور اُس نے فیروز کو دیکھا' اور نظروں ہی نظروں میں پوری سازش تیار ہوگئی۔ وہ دن بھی معین ہو گیا' جس دن صلیبی فوج فصیل کے اندر داخل ہوگی۔ بوہمنڈ نے اِس خفیہ سازش کے زمانے میں دوسرے عیسائی سرداروں کو اِس امر پر رضامند کرلیا کہ جس شخص کے ہاتھ سے انطاکیہ فتح ہو وہی اِس کا مالک ہوگا۔ سب اِس معاہدے سے پر رضامند ہو گئے۔ مقررہ شب کو فیروز نے بوہمنڈ اور اُس کی فوج کو ایک سیڑھی کے ذریعے سے شہر میں داخل کرلیا اور پھر بڑے دروازے کھول کر صلیبی فوج کے اندر آنے کا راستہ صاف کردیا۔

عیسائیوں نے جس شہر کو دغابازی سے فتح کیا تھا' اُس کے مسلمان باشندوں کے ساتھ بے رحمی کا سلوک کیا۔ مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔ تمام راستے لاشوں سے پُر ہو گئے اور گلی کوچوں میں خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ ایک رات میں انطاکیہ کے چھ ہزار سے زیادہ مسلمان مارے گئے۔ جو لوگ قرب و جوار کے کھیتوں اور میدانوں کی طرف بھاگ گئے' اُن کا تعاقب کیا گیا اور شہر میں واپس لا کر موت کی سزا دی گئی۔ انطاکیہ کا حاکم باغستان ایک دروازے سے خفیہ طور پر نکلا اور پہاڑوں اور جنگلوں سے ہو کر نکلا' یہاں تک کہ اُس کو آرمینیا کے چند لکڑہارے مل گئے۔ انہوں نے اس کو پہچان لیا کہ وہ انطاکیہ کا باشندہ ہے۔ اُن میں سے ایک نے اُس کے قریب آ کر اُس کی تلوار چھین لی اور اُس کے جسم میں پھونک دی۔ اس کا سر انطاکیہ میں صلیبی فوج کے حاکم کے پاس لایا۔ فیروز نے اُس شخص کا سر پہچان لیا جو ایک دن پہلے اُس کو پھانسی کی سزا دے سکتا تھا۔ اپنی دغابازی کے انعام میں بہت سی دولت حاصل کر کے وہ مرتد پھر عیسائی ہو گیا اور صلیبیوں کے ساتھ یروشلم چلا گیا۔ دو برس بعد اس وجہ سے کہ اُس کی ہوس اور طمع پوری نہیں ہوئی تھی' وہ پھر مسلمان ہو گیا' اور مسلمان اور عیسائی' دونوں کی لعنت حاصل کی۔

یہ واقعات آغاز جون 1098ء میں ہوئے' جبکہ انطاکیہ کا محاصرہ پچھلے سال اکتوبر 1097ء میں شروع کیا گیا تھا۔ انطاکیہ کی فتح کے بعد عیسائیوں کے تین دن خوشی اور جشن میں گزرے' اور چوتھا دن خوف اور ماتم کا تھا۔ یہ خوف اور ماتم عیسائیوں کو اپنے جشن فتح کے درمیان اِس خبر سے کرنا پڑا کہ مسلمانوں کی ایک فوج انطاکیہ کے قریب پہنچ گئی ہے۔ دراصل یہ فوج سلجوقی سلطان اور دوسرے مسلمانوں نے انطاکیہ کے مسلمانوں کی مدد کے لیے بھیجی تھی۔ موصل کا حاکم کربوغا اس فوج کا سردار تھا اور یہ غافل شخص ایسی لاپروائی اور سستی سے چلا کہ اُس کی تین روز کی تاخیر کے باعث انطاکیہ دغابازی کی نذر ہو گیا اور بے گناہ ہزاروں مسلمان' بچوں اور عورتوں کے خون کے دریا بہہ گئے۔ اور اگر وہ ذمہ داری اور عجلت سے کام لیتا تو ہفتوں پہلے انطاکیہ پہنچ جاتا اور اِس مشرقی سرزمین میں کہیں مغربی فوج کے عیسائیوں میں سے ایک فرد بھی باقی نہ رہتا' لیکن صرف تین دن کی تاخیر نے انطاکیہ کی قسمت کا فیصلہ کردیا تھا۔ عیسائیوں کو ایسی محفوظ جائے پناہ مل گئی تھی کہ عام حالات میں کوئی طاقت اُن سے انطاکیہ نہیں چھڑا سکتی تھی۔ اب عیسائیوں کو اُسی شہر میں محصور ہونا پڑا جس کے وہ چار روز پہلے محاصر کئے ہوئے تھے۔ قلعے کے اندر محصور مسلمانوں کے دل بڑھ گئے۔ باہر سے بھی مسلمانوں کا محاصرہ تھا۔ عیسائیوں کو رسد پہنچنے کے وسائل قطع کر دیئے گئے اور بہت جلد اِن میں قحط نمودار ہو گیا۔ عیسائیوں کے لیے بھاگنے کا راستہ بھی بند تھا' اور اندر باہر سب طرف انہیں سے موت کا سامنا تھا۔

مسلمانوں کا سپہ سالار خیمے میں بیٹھا شطرنج کھیل رہا تھا۔ انطاکیہ پر اُسے صلیبیوں کے اچانک حملے کی توقع نہ تھی۔ جب اُس نے قلعے کی دیواروں پر سیاہ جھنڈی دیکھی تو اُسے معلوم ہوا کہ جنگ سر پر کھڑی ہے

اس سخت مصیبت میں ہوشیار اور چالاک پادریوں اور سرداروں کو اپنی خاص حکمتِ عملی سے کام لینے کی سوجھی۔ ایک پادری پطرس بارتھلمی نے دو آدمیوں کی تائید سے عیسائیوں کے سامنے بیان کیا کہ ''سینٹ انڈریو مجھے خواب میں ملے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے حکماً کہا ہے کہ انطاکیہ میں میرے بھائی سینٹ پیٹر کے گرجا میں جاؤ۔ وہاں خاص قربان گاہ کے قریب زمین کھودنے سے تمہیں برچھی کا ایک آہنی پھل ملے گا جو حضرت یسوع مسیحؑ کے پہلو میں اُتارا گیا تھا۔ یہ آہنی پھل اگر صلیبی فوج کا نشان بنا کر آگے آگے لے جایا جائے گا تو اس سے عیسائیوں کو فتح حاصل ہوگی اور وہ کافروں کے دل چیر ڈالے گا''

یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ بڑی اُمیدوں سے اُس جگہ کو کھودا گیا اور کھودنے والے کو ٹھیک تیسرے دن وہ آہنی پھل مِل گیا۔ اِس معجزے نے عیسائیوں میں زبردست جوش اور ولولہ پیدا کر دیا۔ وہ شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمانوں کے سپہ سالار کو اِس اچانک حملے کی توقع نہ تھی۔ پہلے اُسے یہ خیال آیا کہ شاید وہ رحم کی التجا کے لیے آئے ہیں' لیکن قلعے کی دیواروں پر سیاہ جھنڈی دیکھ کر اُسے معلوم ہوا کہ جنگ سر پر کھڑی ہے۔ اُس کی فوج کے دو ہزار آدمی جو انطاکیہ کے پُل کے راستے کے محافظ تھے' سپہ سالار کے پاس یہ اطلاع دینے آئے کہ عیسائیوں نے حملہ کر دیا ہے۔ اُس وقت سپہ سالار خیمے میں بیٹھا ہوا شطرنج کھیل رہا تھا۔ بعد میں موصل کے حاکم کے حکم پر فوری طور پر فوجی کمک بھیجی گئی۔ مستعدی کے ساتھ جنگ کی تیاری ہوئی۔ مسلمانوں کی فوج میں ارض روم کا سلطان قلیج ارسلان بھی موجود تھا اور عیسائیوں کے خلاف لڑ رہا تھا۔ نیسا کا سلطان بھی جنگ میں شریک تھا۔ اُس نے لڑائی کی گرم بازاری میں جلتی ہوئی سَن لے کر نیچی جھاڑیوں اور سوکھی گھاس میں پھینکنے کا حکم دیا۔ دفعتاً ایک شعلہ اُٹھا جس نے دیکھتے دیکھتے عیسائیوں کو دھوئیں اور شعلوں سے گھیر لیا۔ چند لمحوں کے لیے اُن کی صفیں ٹوٹ گئیں۔ وہ اپنے سرداروں کو نہ دیکھ سکتے تھے نہ اُن کی آوازیں سُن سکتے تھے۔ نیسا کا سلطان اپنے اس اقدام سے فائدہ اُٹھانے کے قریب تھا اور فتح عیسائیوں کے ہاتھ سے نکلی جا رہی تھی لیکن حضرت عیسیٰ مسیحؑ کے پہلو میں اُترنے والی آہنی برچھی کا معجزہ اُن کی آرزوؤں کا مرکز تھا۔

ٹھیک اُس وقت ایک دستہ پہاڑ کی چوٹی پر سے اُترتا ہوا نظر آیا جس کے آگے تین سوار سفید لباس اور چمکتی ہوئی زرہیں پہنے ہوئے تھے۔ پادری اپنی فوج کے درمیان کھڑے ہو کر بڑے زور سے چلایا اور کہا: ''دیکھو وہ آسمانی مدد آ رہی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ آسمان ہمیشہ عیسائیوں کے حق میں فیصلہ کرتا ہے۔ وہ دیکھو' پاک شہید اولیاء تمہارے لیے لڑنے کو آ رہے ہیں۔''

دفعتاً ایک نئے جوش نے عیسائیوں کو مشتعل کر دیا۔ انہیں یہاں تک یقین ہو گیا کہ خود خدا اُن کی مدد کو آ گیا ہے اور اُن کا نعرۂ جنگ ''یہ منشائے الٰہی ہے'' پھر اُسی تازہ جوش کے ساتھ بلند ہوا۔

غرضیکہ پادریوں کا یہ جادو چل گیا۔ افسروں نے فوج کو دوبارہ سنبھال کر' اور جمع کر کے ایسا سخت حملہ کیا کہ مسلمانوں کو شکست ہوگئی اور بھاگ نکلے۔ بے شمار مالِ غنیمت عیسائیوں کے ہاتھ آیا' مسلمانوں کی شکست کے اسباب بے پروائی اور غفلت' اور عیسائیوں کے زبردست جوش کے علاوہ عیسائی مورخ کچھ اور اسباب بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً مورخ آرچر لکھتا ہے:

''لڑائی کے بعد مسلمانوں کے خیموں کے ملاحظے سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ سچی بہادری کے مقابلے میں انہوں نے ظاہری شان و شوکت کا بہت مظاہرہ کیا تھا۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے تمام پرانے تجربہ کار' جنگ آزمودہ اور جنگجو خانگی لڑائیوں میں مر چکے تھے۔ انہوں نے پہلے ہی سلجوقی سلطنت کو برباد کر دیا تھا۔ جو فوج انطاکیہ کی مدد کے واسطے آئی' وہ ناتجربہ کار نوجوانوں سے مرتب تھی جو عجلت میں بھرتی کئے گئے تھے اٹھائیس مختلف امیر جو کربوغا کے ہمراہ تھے' ایک دوسرے کے حریف تھے اور اپنے سردار کے حکم و اختیار کو بھی تسلیم نہیں کرتے تھے۔ ترکوں اور عربوں کے درمیان ہنگامہ و فساد روزمرہ کا معمول تھا۔ عرب انطاکیہ کی جنگ سے پہلے فوج سے الگ ہو کر واپس چلے گئے تھے' اور جب جنگ چھڑی تو ترک ترکوں سے لڑنے لگے تھے۔ اس کے برخلاف عیسائیوں میں اُس وقت باہم زبردست اتحاد و اتفاق تھا۔ اُن کی فوج کی مختلف جماعتیں اور گروہ ایک ہی مرکز پر لڑ رہی تھیں اور ایک دوسرے کی امداد اور تحریک دیتی تھیں۔

انطاکیہ کی یہ لڑائی 28 جون 1098 کو ہوئی۔ اس فتح نے صلیبیوں کے قدم یروشلم کی طرف بڑھا دیئے۔

اختلافات اور اُن کا حل

مرتب: حافظین

امت کی تاریخ میں چودہ صدیوں کا زمانہ بیت گیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ امت میں مختلف فرقے موجود ہیں۔ مشہور فرقے تو سنی، شیعہ، خارجی اور معتزلہ رہے ہیں۔ ان میں بھی اصل فرقے سنّی اور شیعہ ہیں جن کے مابین تقریباً چودہ سو برس سے مسلسل کشمکش چلی آ رہی ہے، کیونکہ ان کے مابین نہایت بنیادی، اصولی اور اساسی (fundamental) اختلافات ہیں۔

جہاں تک باقی اہل سنت والجماعت کا معاملہ ہے تو یہ حقیقت ہے کہ حنفی، ملکی، شافعی اور حنبلی حتیٰ کہ اہل حدیث حضرات کے مابین بھی کوئی بنیادی نوعیت کا فرق نہیں ہے۔ یہ حقیقت میں ایک ہی ہیں۔ چند فقہی امور کے مسائل کی تفصیلات کی تعبیر، توضیح، تشریح، تفسیر، ترجمانی، اور انطباق و استنباط میں تھوڑا تھوڑا اختلاف واقع ہو جاتا ہے۔ یہ تو ہماری بدقسمتی ہے کہ چند پیشہ ور واعظوں اور چند علماء سوء نے اپنی مسندیں، اپنی قیادتیں قائم رکھنے اور چمکانے کے لئے چند فروعی مسائل کو، جن میں اختلاف کی دین میں گنجائش موجود ہے، نزاعی مسائل بنا کر مورچہ بندی کر رکھی ہے اور اپنی انانیت کے تحت امت کی وحدت کو پارہ پارہ کر رکھا ہے۔

خلوص واخلاص اور نیک نیتی سے دین کا کام کرنے والوں میں بھی اختلاف ہو سکتا ہے، رائے کا بھی اور طریقۂ کار کا بھی۔ یہ اختلاف بھی مبنی بر اخلاص ہو سکتا ہے۔ اس کو ایک سادہ سی مثال سے سمجھئے، ایک ایسے پرانے مریض کا تصور کیجئے جو کسی ایک مرض میں نہیں بلکہ بہت سی بیماریوں میں مبتلا ہے۔ اس کی حالت متعدد امراض کی وجہ سے ناگفتہ بہ ہے...... اس کے دل میں بھی ضعف ہے، اس کا جگر بھی خراب ہے، اس کے گردے بھی ماؤف ہو رہے ہیں، نزلے اور زکام میں بھی وہ مبتلا ہے۔ اب اگر آپ اس مریض کے علاج و معالجہ کے لئے چار حکیم یا ڈاکٹر لا کر کھڑے کر دیں گے تو ان کے مابین اختلاف رائے ممکن ہے۔ ظاہر ہے کہ حکیم اور ڈاکٹر کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا مریض اس کے علاج سے شفاء پائے اور صحت یاب ہو جائے۔ وہ ایسا مریض کی بھلائی کے لئے چاہتا ہے، یا اپنی نیک نامی، شہرت اور منفعت کے لیے چاہتا ہے، اس کو چھوڑیئے، بہرحال وہ مریض کی شفاء ضرور چاہے گا۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ پورے خلوص واخلاص اور نیک نیتی کے باوجود ان چاروں کی تشخیص اور تجویز میں بھی فرق ہو۔ ایک کی تشخیص یہ ہو کہ اس کے جگر کی فکر کرو، اصل اہمیت جگر کی ہے۔ دوسرے کا خیال ہو کہ اہمیت گردوں کی ہے، ان کی فکر کرو۔ کہیں گردوں نے کام چھوڑ دیا تو مریض زندگی سے محروم نہ ہو جائے...... تیسرے کی رائے ہو کہ اس وقت اصل توجہ پھیپھڑوں پر دینی چاہیے اور پہلے نزلہ وزکام کی فکر کرنی چاہئے۔ اب ظاہر ہے کہ چوتھے کا اسرار ہو کہ دل کا معاملہ اولین اہمیت رکھتا ہے، اس کی پہلے فکر کرنی لازم ہے۔ اب ظاہر ہے کہ چاروں معالج مخلص ہیں اور دل سے مریض کی شفاعت کے متمنی ہیں، لیکن تشخیص وتجویز میں اقدمیت واولیت اور اہمیت کے معاملہ میں اختلاف کر رہے ہیں۔ اس مثال میں اب مریض کی جگہ امت مسلمہ کو رکھ لیجئے۔ کوئی مخلص و دیانتدار اور دردمند اس تلخ حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ شیطان کے ہتھکنڈوں، اغیار کی ریشہ دوانیوں اور دوست نما دشمنوں کی سازشوں کے باعث امت صدیوں سے بیمار ہوتے ہوتے فی الوقت اعتقادی، فکری ونظری اور عملی واخلاقی اعتبارات سے بے شمار بیماریوں اور خرابیوں میں مبتلا ہے۔ اللہ کے دین کا جھنڈا بتمام وکمال کہیں بھی سر بلند نہیں ہے۔ جو دین فاران کی چوٹیوں سے آفتابِ عالم تاب کی طرح طلوع ہوا تھا، جس نے نورِ توحید سے کرۂ ارضی کے ایک بڑے حصے کو منور کر دیا تھا، آج اس دین پر غربت ومسکنت طاری ہے۔ کفر والحاد، شرک وزندقہ اور بدعات وخرافات کے اندھیاروں میں یہ آفتابِ ہدایت گہنا دیا گیا ہے...... ان حالات میں اللہ تعالیٰ چند لوگوں کے دلوں میں اپنے دین اور اپنے رسول ﷺ کی امت کا درد پیدا فرماتا ہے۔

وہ لوگ غور وفکر کرتے ہیں کہ تجدید واحیاء دین اور اصلاحِ امت کے کام کا آغاز کس طور سے کیا جائے، کس کام کو اقدمیت واوّلیت دی جائے۔ جس رائے پر ان کا دل ٹھک جاتا ہے، انہیں انشراحِ صدر حاصل ہو جاتا ہے، اس کے مطابق کام کے لئے وہ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ تمام معاملہ اجتہادی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وحی کا سلسلہ تو منقطع ہو چکا۔ نبوت تو رسول اللہ جناب حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو چکی لٰہذا جو دردمند شخص احیاءِ دین واصلاح امت کے لئے اٹھتا ہے، اجتہادی طور پر کوشش کرتا ہے کہ بہتر سے بہتر طریق پر دین کی تجدید کا، اس کی سربلندی کا، اقامتِ دین کا اور امت کی اعتقادی وعملی خرابیوں کی اصلاح کا کام کرے۔ اس کی تشخیص وتجویز سے پورے اخلاص وخلوص اور نیک نیتی کے باوجود بھی اختلاف ممکن ہے۔ اس بات کو سامنے رکھئے، اور سورۃ الشوریٰ کی آیت کا یہ حصہ پڑھئے۔

﴿ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴾

"(اے نبی ﷺ کہہ دیجئے) اللہ ہی ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمھارے اعمال تمہارے لئے۔ ہمارے درمیان کوئی حجت بازی اور کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ہم سب کو ایک روز جمع کرے گا اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔"

اس آیت کی روشنی میں کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ خادمان دین اور دینی جماعتیں باہم دست وگریبان نہ ہوں۔ وہ اپنے طریقوں پر دین کی خدمت اور احیائے اسلام کیلئے خلوص اور اخلاص کے ساتھ عمل پیرا رہیں، لیکن ایک دوسرے پر الزام تراشی نہ کریں، ایک دوسرے کی ٹانگیں نہ گھسیٹیں، اپنے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف جذبات پروان نہ چڑھائیں بلکہ جہاں تک ہو سکے تعاون اور اشتراک کا معاملہ رکھیں۔ ایک دوسرے کے خیر خواہ رہیں اور وہ انداز اختیار کریں جس کی طرف ہمیں اس آیتِ مبارکہ کے ان الفاظ میں رہنمائی مل رہی ہے کہ اللہ ہی ہمارا رب بھی ہے اور تمھارا رب بھی۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمھارے اعمال تمہارے لئے۔ ہمارے اور تمھارے مابین حجت (بحث وتمحیص اور مناظرہ) کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر ہم مخلص ہیں اور اخلاص کے ساتھ کام کر رہے ہیں اور تم بھی مخلص ہو اور اخلاص کے ساتھ کام کر رہے ہو تو اللہ ہمیں ایک دن جمع کر دے گا۔ کیونکہ منزل اگر ایک ہے تو لازماً سب ایک دن جمع ہو جائیں گے۔

پس دین کی خدمت یا اقامتِ دین کی جدوجہد میں جو لوگ اور جو جماعتیں بھی خلوص اور اخلاص کے ساتھ مصروف ہیں اور ان کے طریقہ ء کار میں اختلاف ہے ان کے لئے فکر مندی کی کوئی بات نہیں۔ اگر منزل ایک ہے تو قریب سے قریب تر ہوتے چلے جائیں گے۔ چلئے اگر دنیا میں ہم قریب نہ بھی ہوئے تو ایک دن آنا ہے جب اپنے رب کے حضور حاضری ہوگی ...... آخر لوٹنا تو وہیں ہے۔ وہاں جا کر پتہ چل جائے گا کہ کون کتنے پانی میں تھا، کون جماعتی عصبیتِ جاہلیہ میں گرفتار ہو گیا تھا اور کون اخلاص کے ساتھ چل رہا تھا! کون کسی شخصیت کی عقیدت کا غلام ہو گیا تھا! ہر ایک کی حقیقت کھل جائے گی۔ اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی جدا ہو جائے گا۔ کون مخلص تھا اور کون غیر مخلص، وہاں سب عیاں ہو جائے گا۔ جو مخلصین ہوں گے وہ باہم شیر وشکر ہو جائیں گے۔

قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰي سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴾ (الحجر)

"اور ان کے دلوں میں اگر ایک دوسرے کی طرف سے میل ہوا تو ہم اسے نکال دیں گے اور وہ آپس میں بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے۔"

دراصل دنیا میں خلوص واخلاص کے ساتھ دین کے لئے کام کرتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے گلے اور شکوہ پیدا ہو

جاتے ہیں ۔ اہل ایمان کے دلوں میں اگر بر بنائے طبع بشری اپنے کسی بھائی کے بارے میں اگر کوئی رنجش اور میل موجود ہوگا تو جنت میں اللہ اس کو دلوں سے نکال دے گا ۔ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ آیت میرے اور معاویہؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ذرا سوچیے! اگر حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین رنجش پیدا ہوئی، جو رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں، تو ہم کیسے یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں کبھی ایک دوسرے کی طرف سے کبھی کوئی میل آتا ہی نہیں، کوئی رنجش کبھی پیدا ہوتی ہی نہیں' بہر حال صحیح طریقہ یہ ہے کہ یہ تصور ذہن میں رکھا جائے کہ:

"اللہ ہی ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ ہمارے درمیان کوئی حجت بازی اور کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ہم سب کو ایک روز جمع کرے گا اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔"

پس اگر ہم جمع نہ بھی ہوئے تو کوئی حرج نہیں، ہمارا کام تو جمع ہو جائے گا۔ آپ بھی دین کے لئے محنت کر رہے ہیں اور میں بھی دین کے لئے محنت کر رہا ہوں تو ان محنتوں کے ثمرات کہاں جمع (credit) ہوں گے؟ ظاہر بات ہے کہ دین کے کھاتے میں۔ فرض کیجیے کوئی شخص کسی ایک جماعت کے ذریعے سے دین کے قریب آجاتا ہے اور کوئی دوسرا شخص کسی دوسری جماعت کے ذریعے سے دین کے قریب آتا ہے تو کام تو جمع ہو ہی گئے، چاہے وہ قافلے جمع نہ ہوئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مل کر قرآن حکیم کو مضبوطی سے تھامنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

("ڈاکٹر اسرار احمد" کی کتاب "توحید عملی" سے ماخوذ)

hafizain_nasirumer@yahoo.com

گوشۂ خلافت

قیام خلافت کی جنگ

سردار اعوان

اگرچہ ہم اسے جنگ کا نام نہیں دیتے' اس لیے کہ کمزور فریق کی جنگ "دہشت گردی" ہے تاہم سب جانتے ہیں کہ نظام کبھی جان و مال کی قربانی دیئے بغیر نہیں بدلتا۔ بنابریں اسے جنگ کہنا ایسا غلط بھی نہیں' بشرطیکہ جنگ کے اصولوں اور قواعد وضوابط پر غور کرنا اس جدوجہد کا حصہ ہو۔ اگرچہ یہ جنگ یک طرفہ ہے۔ یعنی ہم اپنے جان و مال کی قربانی دے سکتے ہیں باطل نظام کے محافظوں کے پاس موجود جدید اسلحہ کا اسلحہ سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جنگ کے حوالہ سے ایک اہم بات یہ کہی گئی ہے کہ:

"strategy without tactics is the slowest route to victory. Tactcis without strategy is the noise before defeat."

یعنی "Tactics (ترتیب فوج کا فن) کے بغیر strategy' کامیابی کا سب سے سست راستہ ہے۔ strategy کے بغیر tactics شکست سے پہلے کا شور و غل ہے۔"

strategy اور tactics ملٹری سائنس کے دو اہم شعبے ہیں جن میں سے ایک کا تعلق منصوبہ سازی اور دوسرے کا اس منصوبے کو مہارت کے ساتھ عملی جامہ پہنانے سے ہے اور یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ جنگ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جنگ جتنی طویل ہوگی اتنا ہی اس میں کامیابی کے امکانات کم ہوتے جائیں گے۔ قیام خلافت کی جنگ کی سست روی یا طوالت کی سب سے بڑی وجہ معتد بہ تعداد میں افرادی قوت کا میسر نہ ہونا ہے۔ ہماری قوم کی اکثریت بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے والوں پر مشتمل ہے۔ ان سے اخلاق' کردار' نیکی' بھلائی' عزت اور شرافت کی بات کریں تو "سلام" کہہ کر گزر جاتے ہیں' لیکن ایک وجہ شاید یہ بھی ہے کہ جو لوگ اسے جاری رکھے ہوئے ہیں وہ خود بھی اپنے آپ کو "حالت جنگ" میں تصور نہیں کرتے اور کرتے بھی ہیں تو وہ تقاضے' جن میں مذکورہ بالا دو امور سب سے اہم ہیں' پورے نہیں کرتے۔

جنگ کا مقصد ہمیشہ کم سے کم وقت میں مدمقابل پر برتری حاصل کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا جنگ کی تیاری کا مرحلہ ہو یا عین جنگ کا' یہ دونوں نمایاں طور پر دکھائی دینے چاہئیں ورنہ کچھ عرصہ بعد یہ ایک رسمی جنگ بن کر رہ جائے گی۔ جنگ کے دوران اکثر ان مسائل کو بھی بحث کا موضوع بنا لیا جاتا ہے جن کی حیثیت اس باطل نظام کے برگ و بار کی ہے جن کے خاتمہ کی یہ جنگ لڑی جا رہی ہے۔ مثال کے طور پر میراتھن اور فحاشی وغیرہ پر جب ہم تشویش کا اظہار کرتے ہیں تو اس سے دو خلاف واقعہ تاثرات جنم لیتے ہیں۔ ایک یہ کہ گویا اس کے علاوہ سب ٹھیک ہے اور دوسرے یہ کہ لوگوں کو اظہار رائے کی آزادی حاصل ہے' یا جب ہم اہتمام کے ساتھ نماز' روزہ کے مسائل بیان کرتے ہیں تو لوگ نماز' روزہ کو ہی اپنے لیے کافی سمجھ لیتے ہیں۔ اسی طرح جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارا اصل دشمن بھارت ہے اور یہ ساری یہود و ہنود کی سازش ہے تو اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ مسلمان تو سب فرشتے ہیں' حالانکہ قیام نظام خلافت کی جنگ پاکستانی اسٹیبلشمنٹ (establishment) کے خلاف ہے' جو مسلمان ہے' مگر مروجہ باطل نظام کی پروردہ اور محافظ ہے' نہ کہ بھارت یا اسرائیل کے خلاف۔

ایک مسئلہ اہم شخصیات کے ساتھ روابط کا ہے۔ یہ خواہش اور کوشش کہ ہمیں اہم شخصیات کی رفاقت اور تعاون حاصل ہو' فطری بات ہے لیکن اس کے لیے اہتمام کے ساتھ اہم لوگوں سے روابط قائم کرنے کی کوشش سے یہ تاثر ملتا ہے کہ یہ سب کم و بیش ایک طرح کے لوگ ہیں اور ان کے درمیان جنگ ایک دکھاوا ہے۔ ابتدا میں تو اس طرح کی باتوں کا یقیناً جواز ہوتا ہے لیکن ایک عرصہ کے بعد جب آپ کا مؤقف واضح طور پر لوگوں کے سامنے آچکا ہے' ان چیزوں کا سہارا لینا یا اسے معمول بنا لینا اپنے موقف کو کمزور کرنے کے مترادف ہے۔ اس کی بجائے دوٹوک انداز میں ایسے لوگوں کو بتانا چاہیے کہ اگر آپ ہمارے ساتھ نہیں ہیں تو ہمارے خلاف ہیں۔ "you are with us or against us"۔ بش کا یہ نعرہ اصولی طور پر غلط نہیں۔

آج صورت حال بالکل مختلف ہے۔ اب جن میں بھی حق اور سچائی کا کچھ عنصر موجود ہے وہ خود دین کی طرف آ رہے ہیں۔ لوگوں پر بہت حد تک واضح ہو چکا ہے کہ اصل اسلام کیا ہے اور نام کا اسلام کیا ہے۔ لہٰذا اب ضرورت اس بات کی ہے کہ نہ صرف اپنے موقف پر سختی سے قائم رہا جائے بلکہ اس سے کم تر دین کے تصور اور اس کے قیام کے دوسرے کسی طریقے کی کھل کر نفی کریں تاکہ یہ محسوس ہو کہ یہ واقعتاً ایک جنگ ہے جس میں ایک طرف وہ لوگ ہیں جو حقیقی معنوں میں اسلام کا نفاذ چاہتے ہیں اور دوسری طرف وہ جو اسلام کے نام پر اپنے مفادات کا حصول اور تحفظ چاہتے ہیں۔

(مرکزی خیال Mike Ferner کے مضمون "Movements:From Antiwar, to Peace, to Democracy" سے لیا گیا ہے۔)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

جماعۃ الدعوۃ پر امریکی پابندی

اسلام دشمنی کا مظہر ہے

جماعۃ الدعوۃ کے زیر اہتمام کل جماعتی مشاورتی اجلاس کی روداد

وسیم احمد

حافظ سعید صاحب کی جماعت الدعوۃ اور اس کے ذیلی شعبے خدمت خلق سے کیا جرم سرزد ہوا تھا کہ عالمی قوت امریکہ نے انہیں دہشت گرد قرار دے دیا اور سلامتی کونسل سے بھی ایسا ہی فیصلہ کروانے کی سر توڑ کوشش کی جا رہی ہے اور اگر یہ کوشش کامیاب ہوگئی تو امریکہ سلامتی کونسل کے کندھے پر بندوق رکھ کر حکومت پاکستان کو مجبور کرے گا وہ بھی اس جماعت کو دہشت گرد قرار دے۔ ان کے اکاؤنٹس اور اثاثے ضبط کرے' ان کے قائدین اور عام ورکرز کو گرفتار کرے وغیرہ وغیرہ۔ اس قطرے کو گوہر ہونے تلک ابھی چونکہ تھوڑا وقت درکار ہے لہٰذا ہمارے پاس موقع ہے کہ ہم اس جماعت کے ''جرائم'' آپ کے گوش گزار کر دیں۔

''دہشت گردوں'' کی اس جماعت کے ''جرائم'' کی لسٹ خاصی طویل ہے۔ لیکن ان میں سے دو جو خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور حال ہی میں سرزد ہوئے ہیں یہ ہیں: اوّل یہ کہ کچھ عرصہ قبل گوانتاناموبے میں انسانی حقوق کے علمبرداروں کے بدمعاش فوجیوں نے قرآن کریم کے مقدس اوراق کی جس گستاخانہ انداز میں بے حرمتی کی تھی ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے میں یہ جماعت پیش پیش تھی۔ دوئم' یہ کہ ناروے، ڈنمارک اور بعض دوسرے یورپی ممالک کے اخبارات و جرائد نے نبی کریم ﷺ کے گستاخانہ خاکے شائع کر کے صیہونی لابی کے ناپاک عزائم کی تکمیل کی کوشش کی تو حسب روایت اس جماعت کے قائدین صدائے احتجاج بلند کرنے والوں کی اولین صفوں میں شامل تھے۔

امریکہ اور اس کے حواریوں کی ناراضی مول لینے کے لیے ان ''جرائم'' کے علاوہ اسی جماعت کے شعبہ خدمت خلق نے 8 اکتوبر 2005ء کو پاکستان میں آنے والے قیامت خیز زلزلے کے متاثرین کی مدد اور بحالی کا وہ کام کر دکھایا جس کا امریکہ اور اس کے حواری تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اب ظاہر ہے کہ ایسی جماعت کو امریکہ دہشت گرد کیوں قرار نہ دے گا اور اس پر پابندیاں کیوں نہ لگائے گا۔ ذرا دیگر ''جرائم'' کی لسٹ بھی ملاحظہ کیجئے۔

1- شعبۂ خدمت خلق نے ملک کے پسماندہ اور دور دراز علاقوں میں صحت کی بنیادی سہولتوں کی فراہمی کے لیے 143 میڈیکل ڈسپنسریاں قائم کی ہیں۔

2- اس شعبے نے مرید کے، ڈسکہ، گوجرانوالہ، مظفر آباد، مانسہرہ، بالاکوٹ اور کراچی میں ہسپتال تعمیر کیے ہیں جو شب و روز انسانیت کی خدمت کے لیے کوشاں ہیں۔

3- الدعوۃ ایمبولینس کے نام سے 66 گاڑیوں کا فلیٹ موجود ہے اور ان ''دہشت گردوں'' کا ارادہ ہے کہ 2006ء کے آخر تک یہ تعداد 100 کر دی جائے۔

4- اندرون سندھ، تھرپارکر اور بلوچستان کے دور دراز علاقوں جہاں لوگ آلودہ پانی پینے سے مہلک بیماریوں کا شکار ہیں۔ وہاں اس شعبے نے 45 کنویں اور 85 ہینڈ پمپ لگوانے کا ''جرم عظیم'' کیا ہے۔

5- پاکستان کے شہروں اور قصبوں میں جہاں ہیپاٹائٹس کا مرض شدت اختیار کر رہا ہے وہاں میڈیکل کیمپس لگا کر 250,000 لوگوں کو اس مرض سے بچاؤ کے انجکشن لگائے گئے ہیں۔

6- مظفر آباد، بالاکوٹ، مانسہرہ اور حویلیاں میں 5 فیلڈ ہسپتال شب و روز متاثرین زلزلہ کی خدمت میں مصروف عمل ہیں جن میں 350,00 سے زائد مریضوں کا علاج ہو چکا ہے۔ جن میں -/16000 آپریشنز، 5088 ایکسریز اور 2869 لیبارٹری ٹیسٹ جبکہ وبائی امراض سے بچاؤ کے لیے 43240 افراد کو ویکسین بھی لگائی گئی ہے۔

7- ہزاروں کارکنوں کی مدد سے زلزلہ زدگان کی بحالی کے لیے 5000 سے زائد گھر تعمیر ہو چکے ہیں۔ مظفر آباد میں 9 دیہات مکمل طور پر نئے بنائے گئے ہیں۔ ان علاقوں میں 59 مساجد اور 39 سکول تعمیر کیے گئے ہیں جن کے طلبہ کے لیے 32 لاکھ روپے کی کتب فراہم کی گئی ہیں۔

8- عیدالاضحیٰ کے موقعے پر متاثرین زلزلہ کے -/189910 گھروں رخیموں تک قربانی کا تازہ گوشت پہنچانے کا بندوبست کیا گیا۔

یہ وہ چیدہ چیدہ ''جرائم'' ہیں جن کی پاداش میں جماعت الدعوۃ اور اس کے ذیلی شعبہ خدمت خلق کو پابندیوں کا سامنا ہے۔ جماعۃ الدعوۃ کے مولانا امیر حمزہ نے امریکہ اور اس کے حواریوں کے ایسے جارحانہ عزائم کو ناکام بنانے کے لیے 7 مئی بروز اتوار مقامی ہوٹل میں کل جماعتی مشاورتی اجلاس طلب کیا جس میں الحمد للہ تمام دینی جماعتوں کے قائدین جماعۃ الدعوۃ کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لیے تشریف لائے۔ تنظیم اسلامی کی نمائندگی جناب مرزا ایوب بیگ صاحب نے فرمائی۔ راقم بھی ''رزز'' کے طور پر حاضر تھا۔ آپ نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ کی مخالفت جماعۃ الدعوۃ سے نہیں اسلام سے ہے۔ اور اس کے شعبہ خدمت خلق نے عوامی خدمت کے جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں وہ بلاشبہ قابل تعریف اور قابل تقلید ہیں۔ جماعۃ الدعوۃ مبارک باد کی مستحق ہے کہ اس کے عوامی اور فلاحی منصوبوں کو امریکہ برداشت نہیں کر سکا اور پابندیاں لگانے پر مجبور ہوا ہے۔ انہوں نے اس امریکی فعل کی بھرپور مذمت کی اور اس حوالے سے جماعت الدعوۃ سے مکمل اظہار یکجہتی کیا۔ اس موقع پر جناب فرید احمد پراچہ، انجینئر سلیم اللہ، مولانا امیر حمزہ، مولانا عبدالمالک، جناب حمید الدین المشرقی، مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی، مولانا ع غ کراروی، مولانا عبدالرزاق و دیگر جماعتوں کے عمائدین نے خطاب کرتے ہوئے ایسے ہی جذبات و خیالات کا اظہار کیا۔ اجلاس کے اختتام پر تمام حاضرین کے اتفاق رائے سے درج ذیل اعلامیہ جاری کیا گیا۔

جماعۃ الدعوۃ پر امریکی پابندی حکومت پاکستان کی خارجہ پالیسی کی واضح ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی رفاہی اور فلاحی اداروں کے خلاف پراپیگنڈے کا سفارتی سطح پر توڑ کرے۔

1- جماعۃ الدعوۃ اور ادارۂ خدمت خلق پر امریکی پابندی اسلام دشمنی اور بھارت نوازی کا مظہر ہے۔ یہ اجلاس اس پابندی کے خلاف بھرپور احتجاج کرتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ اس طرح کی کوئی پابندی قبول نہیں کی جائے گی۔

2- زلزلہ زدہ علاقوں میں ادارۂ خدمت خلق کا شاندار

کام پوری قوم کے لیے باعث فخر ہے۔ پوری قوم ان خدمات میں جماعۃ الدعوۃ کے ساتھ ہے۔

3- جماعۃ الدعوۃ پر امریکی پابندی حکومت پاکستان کی خارجہ پالیسی کی واضح ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی رفاہی اور فلاحی اداروں کے خلاف پراپیگنڈے کا سفارتی سطح پر توڑ کرے۔

4- ادارۂ خدمت خلق پر پابندی زلزلہ زدگان کے منہ سے نوالہ چھیننے اور انہیں عیسائی مشنری اداروں اور مغرب نواز این جی اوز کے رحم وکرم پر چھوڑنے کی سازش ہے۔

5- یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ امریکہ اور یورپ کی پروردہ این جی اوز اور زلزلہ زدہ علاقوں اور سندھ وبلوچستان میں مسلمانوں کو مرتد کرنے میں مصروف عیسائی مشینری اداروں پر فوری طور پر پابندی لگائی جائے۔

6- جماعۃ الدعوۃ پر پابندی کی ایک وجہ تحریک حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تحریک حرمتِ قرآن میں جماعۃ الدعوۃ کا بنیادی کردار ہے۔ اس اجلاس میں شامل ہر جماعت جماعۃ الدعوۃ کو اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلاتی ہے۔

7- یہ اجلاس واضح کرتا ہے کہ ایران پر امریکہ یا اسرائیل کا حملہ یا کسی قسم کی جارحیت اسلام اور عالم کے خلاف تصور ہوگی۔ قوم اس جنگ میں ایران کا بھرپور ساتھ دے گی۔

8- شہید حرمت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم عامر چیمہ کی جرمنی میں گرفتاری اور بعدازاں پولیس تشدد سے زیرحراست شہادت پر حکومت پاکستان کی سردمہری قابل مذمت ہے۔ یہ اجلاس عامر چیمہ شہید کو ان کی جرأت پر سلام پیش کرتا ہے۔

9- تحریک حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران گرفتار کئے گئے رہنماؤں اور کارکنوں کو فوری طور پر رہا کیا جائے۔

10- ڈاکٹر عبدالقدیر محسن قوم ہیں، ان سمیت تمام گرفتار سائنسدانوں کو رہا کیا جائے۔

11- یہ اجلاس سانحۂ نشتر پارک کی مذمت کرتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ مجرموں کو گرفتار کر کے کیفرکردار تک پہنچایا جائے۔

12- برطانیہ میں توہین رسالت کے خلاف احتجاج پر گرفتار ہونے والے پاکستان انجم چوہدری کی رہائی کے لیے حکومت پاکستان اپنا کردار ادا کرے۔

اس موقع پر الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے حضرات کا جم غفیر موجود تھا جنہوں نے اس مشاورتی اجلاس کو اپنے اپنے انداز میں کور کیا۔ پرتکلف ظہرانے پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

بقیہ: کالم آف دی ویک

اور مسٹر بریگر پرنسپل کی تقریر کا سماں میری آنکھوں میں پھر گیا۔ وہاں سے اٹھ کر ایک کمرے میں گیا۔ چھوٹے چھوٹے بچے صرف ونحو کی کتابیں نہایت ادب سے استاد کے سامنے بیٹھ کر پڑھ رہے تھے۔ تیسرے درجے میں علم منقول کا درس ہو رہا تھا۔

میں دوسرے زینے سے اتر کر نیچے آیا۔ میرا خیال تھا کہ مدرسہ بس اسی قدر ہے۔ اتفاق سے ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اس سے اس خیال کی تصدیق چاہی۔ اس نے کہا نہیں' قرآن شریف دوسری جگہ پڑھایا جاتا ہے۔ میں نے پوچھا' کہاں؟ وہ مجھے مسجد میں لے گیا۔ مسجد کے دالان میں بہت سے چھوٹے چھوٹے بچے ایک نابینا حافظ صاحب سے قرآن پڑھ رہے تھے۔ یہاں سے فارغ ہو کر کتب خانے میں آیا' منتظم کتب خانہ نے میرا خیر مقدم کرتے ہوئے فہرست دکھلائی۔ میں حیران رہ گیا۔ کوئی فن ایسا نہ تھا جس کی کتاب موجود نہ ہو۔ ایک دوسرا رجسٹر دکھلایا جو طلبہ کی حاضری کا تھا' نہایت صاف اور خوشخط لکھا ہوا تھا' منجملہ دوسو دس طلبہ کے دوسو آٹھ حاضر تھے۔ میں اُٹھنے ہی والا تھا کہ ایک صاحب پٹکا باندھے آئے اور سلام کر کے قریب بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا آپ کا تعارف؟ بولے میں مہتمم ہوں اور تین بڑے بڑے رجسٹر میرے سامنے رکھ دیئے اور بتلایا کہ یہ سال بھر کی آمد ورفت کا حساب ہے' ملاحظہ کیجئے۔ میں نے دیکھا تو تاریخ وار نہایت صحت کے ساتھ حساب لکھا ہوا تھا۔ گوشوارے سے معلوم ہوا کہ گزشتہ سال کے آخر میں خرچ کے بعد کچھ روپیہ بچ گیا تھا۔ طبیعت چاہتی تھی کہ کتابوں کی سیر کروں مگر وقت تنگ ہوگیا اور شام ہونے کو تھی' مجبوراً واپس ہوا۔

میری تحقیق کے نتائج یہ ہیں کہ یہاں کے لوگ تعلیم یافتہ' نیک چلن اور نہایت سلیم الطبع ہیں اور کوئی ضروری فن ایسا نہیں جو یہاں پڑھایا نہ جاتا ہو۔ جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں صرف کر کے ہوتا ہے وہ یہاں ایک عالم دین چالیس روپے میں کر رہا ہے۔ مسلمانوں کے لیے اس سے بہتر کوئی تعلیم گاہ نہیں ہوسکتی اور میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی غیر مسلم بھی یہاں تعلیم پائے تو نفع سے خالی نہ ہوگا۔ انگلستان میں اندھوں کا سکول سنا تھا مگر یہاں آنکھوں سے دیکھا کہ دو اندھے تحریر اقلیدس کی شکلیں کفِ دست پر اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ باید وشاید' مجھے افسوس ہے کہ سرولیم میور موجود نہیں ہیں ورنہ بکمال ذوق وشوق اس مدرسہ کو دیکھتے اور طلبہ کو انعام دیتے۔"

(ملخصاً تاریخ دارالعلوم دیوبند۔ ص176' ج1)

جانباز مرزا لکھتے ہیں کہ اس رپورٹ پر بھی انگریز کا یقین متزلزل رہا کہ انار کے بوٹے تلے آج جو بیج بکھیرا گیا ہے جب یہ ثمر آور ہوگا تو اس سے ایسی شاخیں پھوٹیں گی کہ ہر شاخ انگریز کے خلاف علم بغاوت بلند کرے گی اور اس کا ہر فیض یافتہ انگریزی سامراج کے لیے سم قاتل ثابت ہوگا' چنانچہ اس دارالعلوم کے مقابل 24 مئی 1875ء کو محمڈن اینگلو اورنٹیل کالج کی بنیاد رکھی گئی' جو آگے چل کر علی گڑھ یونیورسٹی کے نام سے معروف ہوا۔ دونوں اداروں کے فیض یافتگان کے درمیان فرق یہ تھا کہ علی گڑھ سے فارغ ہونے والا طالب علم انگریز سامراج کی مشینری کا فورمین ثابت ہوا اور دارالعلوم کا فارغ التحصیل مولوی انگریز کا باغی کہلایا۔ (بشکریہ روزنامہ "اسلام")

بقیہ: اداریہ

سب سے پہلی اور عظیم ترین غلطی یہ تھی کہ ہم نے اُس کھونٹے سے رشتہ منقطع کرلیا جو آزاد ملک کی حیثیت سے ہمارے وجود کی بنیاد بنا تھا' یعنی نظریۂ پاکستان سے عملی تعلق ختم کردیا۔ اب ہم ایک کٹی ہوئی پتنگ کی مانند تھے' جو ہوا کے رحم وکرم پر ہوتی ہے۔ دوسری غلطی یہ تھی کہ ہم اِس حقیقت کو نہ سمجھ سکے کہ ممالک کے درمیان دوستی اپنے اپنے مفادات کی بنیاد پر ہوتی ہے' کامیاب وہ ہوتا ہے' جو مفاد کے حصول کے لیے ذریعے اور رویہ پر سمجھوتہ کرے' نہ کہ وہ جو اپنے مفاد پر ہی سمجھوتہ کرلے۔ تیسری غلطی یہ ہوئی کہ اقتدار کی ہوس میں ہمارے لیڈروں نے جمہوریت سے راہ فرار اختیار کرلی اور اقتدار کے لیے اپنے مبیّنہ دوست امریکہ کا سہارا لینا شروع کردیا' جس سے ان پر جمہور کا پریشر نہ ہونے کے برابر ہوگیا اور امریکہ بادشاہ گر اور اُس کا پاکستان میں سفیر وائسرائے بن گیا۔ حاکم اور محکوم کا تعلق جبر کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ جمہوریت جب سے دنیا میں جلوہ گر ہوئی ہے عسکری حاکمیت پر اقتصادی حاکمیت کو ترجیح دی گئی۔ نئے سامراج کو یہ بہت مفید رہی ہے۔ اِسی اقتصادی غلامی میں ہم آج جکڑے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اِس دوستی کے غلامی میں بدلے جانے کے باوجود ہم ظاہری طور پر آزاد نظر آتے ہیں۔

اِس کا رخ فقیری کے آگے

سید عبدالناصر ترمذی

خالق کائنات کا عجیب وغریب اور فہم وادراک سے ماورئی نظام اس کائنات کے اندر کارفرما ہے۔ حق کا مقابلہ باطل سے ہے تو شر خیر سے معرکہ آرائی پر تلا ہے' نیکی کا مقابلہ بدی سے ہے تو برائی بھلائی سے نبرد آزما ہے' نور ظلمت سے برسرپیکار ہے تو ہدایت ضلالت سے دست و گریباں۔ حق و باطل کے درمیان آویزش اور معرکہ آرائی ازل سے جاری ہے اور روز حشر تک رہے گی۔ سرسید کی تحریک اپنے عہد شباب کی حدوں کی چھو رہی تھی اور سفر برطانیہ سے واپسی پر وہ انگریزی طرز تعلیم کو رواج دینے کا عزم مصمم لے کر ہندوستان پہنچے تھے۔ برطانوی حکومت کے منحوس سائے ہندوستان پر پھیلتے جا رہے تھے۔ عقیدۂ تثلیث کا اثبات اور توحید کا رد کیا جا رہا تھا۔ دینی شعور رخصت ہو رہا تھا۔ گلستانِ اسلام میں خزاں کا دور دورہ تھا۔ مشرقی روشنی چھپتی جا رہی تھی اور مغربی تہذیب و تمدن کا آفتاب طلوع ہو رہا تھا۔ مسلمان اپنے ہی ملک میں خود کو قیدی محسوس کر رہے تھے۔ شعائر اسلام کا مذاق اڑایا جا رہا تھا اور فرنگی جور وستم کا ستایا ہوا مسلمان اپنے ہی آنسوؤں کے بحر بیکراں میں غوطہ زن تھا۔ مسلمانوں کے دل و دماغ سے ایمان و اسلام کو مٹانے کے لیے انگریز نے کیا کیا جتن اور کیسے کیسے حربے اختیار کئے اور ظلم و تشدد اور وحشت و بربریت کا جو باب رقم کیا' وہ ایک طویل اور المناک داستان ہے جو تاریخ کے ہزار ہا صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

اس مشکل گھڑی میں چند درویش صفا کوش علماء نے وقت کی نزاکت کو محسوس کیا اور حالات سے دست و گریباں ہونے نکل کھڑے ہوئے۔ یہ وہی فرزندانِ توحید تھے جو شاملی کے محاذ پر انگریز کو ناکوں چنے چبوا چکے تھے۔ سرفروشانِ اسلام کے اس گروہ کی قافلہ سالاری نادر زمانہ فخر روزگار' حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ فرما رہے تھے۔

ان نامساعد حالات میں جبکہ اسلامی شعائر رفتہ رفتہ روبہ زوال تھے' ہندوستان میں اسلامی شوکت کا چراغ ٹمٹما رہا تھا اور چمنستان اسلام' طائران خوش الحان کے سرمدی نغموں کی بجائے کرگس و دراج اور زاغ وزغن کی مکروہ آوازوں سے گونج رہا تھا' حضرت نانوتوی کی دوررس اور حق آشنا نگاہوں نے حالات کی سنگینی کو محسوس کیا اور آپ اپنے جیسے چند بے سروسامان فقیروں کی ہمراہی میں جرأت و ایمان' صدق وصفا اور عزم و یقین کی قندیلیں روشن کر کے تاریک اور کٹھن راہوں میں نکل کھڑے ہوئے اور 15 محرم 1283ھ بمطابق 30 مئی 1866ء دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی اور پچھلوں کو وہ متاع بے بہا عنایت فرمائی جس کے بار احسان سے اخلاف کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

مدرسہ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھنے والوں کی جیب و داماں میں اپنے خالق کی محبت اور ایمانی جرأت کے سوا کوئی متاع نہیں تھی لیکن کیا کیجئے کہ آگ کا جلا ہوا جگنو سے بھی خوف کھاتا ہے۔ ان دنوں دارالعلوم میں ابتدائی درجات پڑھائے جا رہے تھے اور عمارت بھی کچی اور شکستہ تھی لیکن سگان افرنگ اس پر بھی مطمئن نہیں تھے' انہیں شکاری کتے کی طرح اس ایمان پرور محل سے اپنے خلاف بغاوت کی بو آ رہی تھی' کچھ روز تک تو مسلمانوں سے بدظن و برگشتہ اور جفاشعار دشمن اپنے طور پر تحقیق اور تجسس و تفتیش کرتا رہا کہ محاذ شاملی کا نڈر اور جرأت مند جرنیل ایک گمنام اور غیر آباد قصبہ میں ہمارے خلاف کیا سازش کر رہا ہے؟ مگر جب آدمی کے من میں میل ہو تو اسے ہر تصویر میلی نظر آتی ہے بلآخر دشمن برداشت نہ کر سکا اور 1875ء میں صوبہ متحدہ کے گورنر سر جان اسٹریچی نے اپنے معتمد خاص جان پامر کو اس غرض سے دارالعلوم روانہ کیا کہ وہ تحقیق کرے کہ دارالعلوم کے قیام کا مقصد کیا ہے اور دارالعلوم کے عمائدین پس پردہ کن سرگرمیوں میں مصروف ہیں؟ جان پامر نے دارالعلوم کے معائنہ کے بعد جو رپورٹ تیار کی اس کی تفصیل اس نے شرح و بسط کے ساتھ اپنے ایک دوست کو خط میں لکھی اور اس خط کی ایک کاپی دارالعلوم میں بھی بھیجی جو دارالعلوم کے ریکارڈ میں آج بھی محفوظ ہے۔

جان پامر لکھتا ہے "31 جنوری کو اتوار کے دن میں دیوبند کی آبادی میں پہنچا' قصبہ نہایت صاف ہے۔ یہاں کے باشندے خلیق اور نیک ہیں مگر غریب اور افلاس زدہ ہیں۔ پوچھتے پوچھتے مدرسہ میں پہنچا۔ یہاں پہنچ کر میں نے ایک بڑا کمرہ دیکھا' جس میں فرش پر لڑکے سامنے کتابیں رکھے بیٹھے تھے اور ایک بڑا لڑکا ان کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے لڑکے سے دریافت کیا کہ تمہارا استاد کون ہے؟ ایک لڑکے نے اشارہ سے بتلایا تو معلوم ہوا کہ جو شخص درمیان میں بیٹھا ہوا تھا وہی استاد ہے۔ مجھے تعجب ہوا کہ یہ کیا استاد ہوگا؟ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کے لڑکے کیا پڑھتے ہیں؟ جواب دیا کہ 'یہاں فارسی پڑھائی جاتی ہے۔' یہاں سے آگے بڑھا تو ایک صاحب میانہ قد نہایت خوبصورت بیٹھے ہوئے تھے' سامنے بڑی عمر کے طلبہ کی ایک جماعت تھی۔ قریب پہنچ کر سنا تو علم مثلث کی بحث ہو رہی تھی۔ میرا خیال تھا کہ مجھے اجنبی سمجھ کر یہ لوگ چونکیں گے لیکن کسی نے مطلق توجہ نہ دی' میں قریب جا کر بیٹھ گیا اور استاد کی تقریر سننے لگا۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ علم مثلث کے ایسے ایسے عجیب اور مشکل قاعدے بیان ہو رہے تھے جو میں نے کبھی ڈاکٹر اسپرنگر سے بھی نہیں سنے تھے۔ یہاں سے اٹھ کر دوسرے دالان میں گیا' تو دیکھا کہ ایک مولوی صاحب کے سامنے طالب علم معمولی کپڑے پہنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہاں اقلیدس کے چھٹے مقالے کی دوسری شکل کے اختلافات بیان ہو رہے تھے اور مولوی صاحب برجستگی سے بیان کر رہے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اقلیدس کی روح ان میں آ گئی ہے۔ میں منہ تکتا رہ گیا۔ یہاں سے اٹھ کر تیسرے دالان میں پہنچا' اس کے تین طرف مکان تھے' بیچ میں صحنچی تھی جس میں دو اندھے بیٹھے بڑبڑا رہے تھے۔ میں یہ سننے کے لیے کہ کیا کہہ رہے ہیں' دبے پاؤں ان کے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ علم ہیئت کی کسی کتاب کا سبق یاد کر رہے ہیں۔ اتنے میں ایک اندھے نے دوسرے اندھے سے کہا "بھائی کل کے سبق میں شکل عروسی اچھی طرح میری سمجھ میں نہیں آئی اگر تم سمجھے ہو تو بتلاؤ۔" دوسرے اندھے نے پہلے دعویٰ بیان کیا اور اس کی ہتھیلی پر لکیر کھینچ کر ثبوت شروع کیا۔ پھر جو آپس میں ان کی بحث ہوئی تو میں دنگ رہ گیا (باقی صفحہ 13 پر)

علی گڑھ کالج اور دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتگان کے درمیان فرق یہ تھا کہ علی گڑھ سے فارغ ہونے والا طالب علم انگریز سامراج کی مشینری کا فورمین ثابت ہوا اور دارالعلوم کا فارغ التحصیل مولوی انگریز کا باغی کہلایا۔

ٹوبہ میں تفہیم دین پروگرام

عوام الناس میں دین اسلام کا صحیح تصور پیدا کرنے اور اس حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کا شعور بیدار کرنے کے لیے ٹوبہ میں تین روزہ تفہیم دین پروگرام منعقد ہوا۔ ٹوبہ شہر حلقہ پنجاب وسطی میں شامل ہے۔ اس پروگرام کو کنڈکٹ کرنے کے لیے لاہور سے نائب ناظم دعوت تنظیم اسلامی محمد اشرف وصی صاحب تشریف لائے۔ تنظیم اسلامی ٹوبہ کے رفقاء نے ہینڈ بلز اور اشتہارات کے ذریعے احباب کو اس پروگرام میں شمولیت کی دعوت دی۔ روزانہ صبح نو تا ساڑھے بارہ بجے الھدیٰ لائبریری ٹوبہ میں مذاکرہ ہوتا تھا۔ جس کے دوران شرکاء سوال و جواب کے ذریعے اپنے اشکالات رفع کرتے۔ بعد نماز مغرب عثمانیہ مسجد تحصیل کچہری میں وصی صاحب کے خطابات ہوتے تھے۔ عبادت رب کی حقیقت‘ اس کی عملی صورت اور اسلامی انقلاب کا لائحہ عمل کے موضوعات پر ایک ایک گھنٹہ دورانیہ کے خطابات ہوئے‘ جن سے روزانہ اوسطاً 30 رفقاء و احباب نے استفادہ کیا۔ اس کے علاوہ فارغ اوقات میں محمد اشرف وصی صاحب نے بعض احباب سے انفرادی ملاقاتیں بھی کیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دینی فرائض کو کماحقہٗ ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

(رپورٹ: پروفیسر خلیل الرحمٰن)

تنظیم اسلامی پشاور کا دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی پشاور کا ایک روزہ دعوتی پروگرام موضع ثمر باغ میں منعقد ہوا۔ دس رفقاء پر مشتمل قافلہ ہشتنگری کی جامع مسجد سے صبح ثمر باغ روانہ ہوا۔ روانگی سے پہلے مبتدی رفیق محمد غیور عالم نے سفر کی دُعا اور آداب بیان کئے۔ اس قافلہ کے لیے مجاہد نسیم کو امیر مقرر کیا گیا تھا۔ موضع ثمر باغ پہنچنے پر وہاں کے میزبان نے پُر جوش خیر مقدم کیا۔

اِس ایک روزہ کے پہلے پروگرام میں مجاہد نسیم نے وقت کے تعین پر نہایت مفصل خاکہ وائٹ بورڈ کے ذریعے شرکاء کے سامنے واضح کیا اور رفقاء سے دن کے آغاز سے لے کر رات کے آرام کے وقت تک روزانہ کے معمولات پر تاثرات مانگے‘ جو سب رفقاء نے فراہم کئے۔ بعد میں اِن تاثرات پر تفصیل سے تبصرہ کرتے ہوئے ہر ایک رفیق کو نہایت اہم اور مفید مشورے دیئے گئے اور وقت کو بہتر طور پر استعمال کرنے کی ہدایات دی گئیں۔

دوسرے پروگرام میں رفیق محترم طارق خورشید نے ''اسلام دین ہے یا مذہب'' کو بورڈ کے ذریعے نہایت ہی احسن انداز میں قرآن مجید کے اہم مقامات اور احادیث کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ نماز ظہر اور کھانے کے وقفے کے بعد جناب وارث خان نے دین اور مذہب کے فرق کو اور بھی خوبصورتی سے بورڈ کے ذریعے آیات قرآنی کی روشنی میں واضح کیا۔ انہوں نے انقلابی فکر‘ جماعت بندی‘ تربیت‘ صبر محض‘ اقدام اور قتال کے گوشوں سے شرکاء کو آگاہ کیا اور آخر میں درس قرآن کے حلقے کے شرکاء سے استدعا کی کہ اس دینی فریضے کے لیے ہمارے دست و بازو بن کر اس قافلے میں شرکت کریں جس پر شرکاء نے نہایت استقامت اور فراخدلی سے لبیک کہا اور آئندہ بھی اسی طرح کے پروگرام منعقد کرانے کی پُر زور تائید کی۔ آخر میں امیر حلقہ جناب میجر (ر) فتح محمد نے مسلمانوں کے بھولے ہوئے سبق یعنی خلافت کے مفہوم کو شرکاء کے سامنے واضح کیا۔

(رپورٹ: شیر قادر)

حلقہ سندھ زیریں کے تحت کراچی میں جلسہ سیرت النبی ﷺ

تنظیم اسلامی کراچی کے زیر اہتمام نارتھ کراچی میں 11 اپریل کو سیرت النبی ﷺ کا جلسہ ہوا۔ پروگرام کا آغاز صبح ساڑھے دس بجے اعجاز لطیف صاحب کی دعوت دین کی اہمیت‘ فضیلت اور آداب کے حوالے سے گفتگو سے ہوا۔ اس کے بعد نوید احمد نے وفود کی تشکیل کی جو مقامی رہبروں کی رہنمائی میں علاقے میں ہینڈ بلز اور بروشرز وغیرہ کے ساتھ پھیل گئے۔ گھر گھر دعوت کا یہ سلسلہ نماز ظہر تک جاری رہا۔ نماز ظہر کے بعد طعام و استراحت کے لیے وقفہ تھا۔

بعد نماز عصر جناب اعجاز لطیف نے ''نبی اکرم ﷺ کی سب سے بڑی سنت'' کے عنوان سے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ کی اتباع کے نتیجے میں بندۂ مومن اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔ اس کے لیے آپؐ کے ہر سنت کی اتباع لازم ہے۔ دین کی مغلوبیت کے اس دور میں ہر مسلمان پر اقامت دین کی جدوجہد فرض ہے۔ بعد نماز مغرب انجینئر نوید احمد نے ''نبی اکرم ﷺ کا سب سے بڑا احسان'' کے عنوان سے خطاب فرمایا۔ انہوں نے بعثت نبوی ﷺ سے قبل انسان کے تمدنی ارتقاء کے مراحل گنوائے۔ انسان غار کی زندگی سے نکل کر قبائلی‘ بعد ازاں شہری اور پھر ریاستی دور میں داخل ہوا۔ تمدنی ارتقاء کے ان مختلف مراحل کے دوران انسان کی آزادی کم سے کم تر ہوتی چلی گئی‘ تا آنکہ جب بڑی بڑی بادشاہتیں قائم ہوئیں تو انسان ان کے ظلم و جور کا شکار ہوا۔ جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ اسلام نے اللہ کے بندوں کو بندوں کی غلامی سے نجات دلا کر انہیں اللہ کی غلامی میں داخل کیا اور ظلم و جور کے اندھیروں سے نکال کر اسلام کی روشنی سے منور کر دیا۔ اور یہ سب حضور ﷺ اور ان کے صحابہ کرامؓ کی محنت شاقہ کے نتیجے میں ممکن ہوا۔ آج انسانیت کو ملوکیت‘ سرمایہ دارانہ جمہوریت اور سوشلزم جیسے نظاموں کے تلخ تجربے کے بعد ایک نظام عدل کی تلاش ہے۔ مقام افسوس ہے کہ ہمارے پاس یہ نظام عدل اجتماعی موجود ہے لیکن ہم اس پر سانپ بن کر بیٹھے ہیں۔ نہ خود اس سے فیض حاصل کرتے ہیں اور نہ عالم انسانیت کو اس سے فیض یاب ہونے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر بندۂ مومن اپنے پیارے نبی ﷺ کے اس سب سے بڑے احسان سے دنیا کو فیض یاب کرنے کے لیے اقامت دین کی جدوجہد کے لیے کسی ایسی جماعت سے جڑے جو یہ کام کر رہی ہو۔ تنظیم اسلامی کے رفقاء اس جدوجہد کو فرض سمجھتے ہوئے‘ اس کی ادائیگی میں مصروف ہیں۔ لوگ ہمارا ساتھ دیں۔ نماز عشاء سے قبل جلسہ کا اختتام ہوا۔

(رپورٹ: محمد سمیع‘ کراچی)

تنظیم اسلامی تیمر گرہ کا ماہانہ دعوتی اجتماع

تنظیم اسلامی تیمر گرہ کا ماہانہ دعوتی اجتماع 14 اپریل کو بمقام مالاکنڈ منعقد ہوا۔ جس میں تیمر گرہ سے بارہ رفقاء اور تین احباب نے شرکت کی۔ مقامی رفیق چاند ریاض نے خصوصی طور پر چند احباب کو بھی مدعو کیا تھا۔ امیر حلقہ سمیت یہ رفقاء نماز عصر سے پہلے مالاکنڈ پہنچے۔ امیر حلقہ جناب محمد فہیم نے فرائض دینی کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دعوت دین اور اقامت دین کی جدوجہد ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ایک طبقہ جس کو حکومتی سپورٹ بھی حاصل ہے‘ کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانوں کا تعلق سنت رسول ﷺ اور اسلاف سے کاٹ دیا جائے تاکہ پھر قرآن کی من مانی تعبیرات کرے اور اسلام کی ایسی تعبیر پیش کرے جو مغرب اور خصوصاً امریکہ کے لیے قابل قبول ہو۔ نماز مغرب کے بعد راقم نے ایمان اور جہاد کے موضوع پر خطاب کیا۔ قریب ہی ایک اور مسجد میں جناب شاہ وارث نے بھی فرائض دینی کے جامع تصور پر مفصل بیان کیا جس کو تقریباً 30 افراد نے سُنا۔ اللہ تعالیٰ ہماری یہ سعی قبول فرمائے۔

(رپورٹ: شاکر اللہ)

تنظیم اسلامی باغ‘ آزاد کشمیر کا دعوتی پروگرام

22 اپریل کو تنظیم اسلامی حلقہ باغ آزاد کشمیر کے زیر اہتمام ایک دعوتی پروگرام کا

انعقاد ہوا۔ ناظم حلقہ پنجاب شمالی جناب خالد محمود عباسی نے ''زلزلہ اور ہماری ذمہ داریاں'' کے عنوان سے مرکزی جامع مسجد باغ میں خطاب کیا۔ رفقاء تنظیم کے علاوہ حاضرین کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔ پروگرام کا آغاز بعد از نماز ظہر ہوا۔ ناظم حلقہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قوم کو جگانے کے لیے ہلکے جھٹکے پہلے بھیجے جاتے ہیں اور پھر آسانیاں پیدا کر دی جاتی ہیں۔ چنانچہ قوم خوشحالی میں مست ہو جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر قوم ہلکی تنبیہات سے اپنی روش سے باز نہ آئے تو اس کی جڑ کاٹ دی جاتی ہے۔ انہوں نے آزاد کشمیر میں این جی اوز کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اُن کی امداد کی مثال ایسی ہے جیسے ہم چوہے کو مارنے کے لیے گولیاں دیتے ہیں' اندر تو زہر ہوتا ہے لیکن بظاہر اُسے چمکاتے بھی ہیں اور مکھن اور خوشبو بھی لگاتے ہیں۔ بعد ازاں تنظیم اسلامی باغ کے دفتر میں احباب اور رفقاء کے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ اُس کے بعد تنظیم کے ماہانہ اجتماع کا آغاز ہوا۔ مختلف ساتھیوں نے درس قرآن اور درس حدیث دیئے۔ ویڈیو کے ذریعے 'اخوان المسلمین' پر لیکچر دکھایا گیا۔ عشاء کی نماز کے بعد پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: محمد اسلم منہاس)

حلقہ گلشن حدید' کراچی میں تنظیم اسلامی کا تعارفی کیمپ

یکم مئی کو حلقہ سندھ زیریں کی جانب سے گلشن حدید' شہباز پارک میں ایک تعارفی کیمپ لگایا گیا۔ کیمپ کے انتظامات میں دو افراد نے نمایاں کردار ادا کیا جن میں عاطف محمود جو ایک سالہ کورس کر چکے ہیں اور شاہ فیصل ملیر تنظیم کے متحرک رفیق عبدالجلیل شامل ہیں۔

پروگرام سہ پہر تین بجے شروع ہوا۔ سب سے پہلے اعجاز صاحب نے دعوت دین کی اہمیت اور فضیلت پر روشنی ڈالی' جس کے بعد نوید احمد نے وفود کی تشکیل کا اہتمام کیا۔ بعد نماز عصر وفود گلشن حدید کے مختلف علاقوں میں پھیل گئے اور تنظیم کے بروشرز اور دعوت نامے تقسیم کرتے اور بازاروں میں کارنر میٹنگ کرتے رہے۔ ان میں سے ایک وفد کو پولیس نے روک کر ہمارے لٹریچر کو ضبط کر لیا۔ پولیس نے ہم سے پوچھا کہ ہم نے کس کی اجازت پر یہ پروگرام شروع کیا۔ ہم نے تفصیل سے انہیں ساری پوزیشن بتائی لیکن چونکہ ہمارے پاس کوئی تحریری اجازت نامہ نہیں تھا' لہٰذا انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ فوری طور پر یہ پروگرام ختم کر دیں' ورنہ وہ گرفتاریاں بھی کریں گے اور تنظیم اسلامی کے خلاف مقدمہ بھی درج کریں گے۔ ہم نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی اور پروگرام کی نوعیت بھی بتائی لیکن وہ کسی طور بھی دعوت کو جاری رکھنے کے لیے راضی نہیں ہوئے۔ لہٰذا امیر حلقہ نے پروگرام میں شریک امرائے تنظیم سے مشورہ کیا۔ طے یہ ہوا کہ چونکہ انتظامیہ سے تصادم مول لینا ابھی ہماری پالیسی میں نہیں ہے لہٰذا بہتر ہے کہ پروگرام ختم کرنے کا اعلان کر دیا جائے۔ ویسے بھی تعارفی کیمپ کا مقصد بڑی حد تک حاصل ہو چکا تھا کیونکہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد کے گھروں پر ہمارے کم و بیش 150 رفقاء کے ذریعہ دعوتی لٹریچر پہنچ چکا تھا۔ ایک نقد فائدہ یہ ہوا کہ اس موقع پر جناب عاطف محمود نے بیعت کر کے تنظیم میں شمولیت اختیار کر لی۔ وہاں موجود احباب کو ہم نے صورتحال سے آگاہ کیا' ساتھ ہی یہ دعوت بھی دی کہ ہر ماہ کے تیسرے اتوار کو عاطف محمود کے گھر پر درس قرآن کا انعقاد کیا جائے گا' انہوں نے اس پروگرام میں شرکت کا وعدہ کیا۔ پروگرام کی بندش کے حوالے سے اخبارات کے نام پریس ریلیز جاری کی گئی جس میں اس واقعہ کی مذمت کی گئی۔ (رپورٹ: محمد سمیع' کراچی)

سہ روزہ دعوتی پروگرام لیہ حلقہ پنجاب وسطی

لیہ میں سہ روزہ دعوتی پروگرام ہوا۔ اس سہ روزہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ سہ روزہ کے لیے لاہور سے مرکزی ناظم دعوت جناب چودھری رحمت اللہ بٹر اور نائب ناظم دعوت جناب محمد اشرف وصی تشریف لائے۔ جناب وصی صاحب کے پروگرام ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ترتیب دیئے گئے جبکہ رحمت اللہ بٹر صاحب کے پروگرام لیہ اور اس کے گرد و نواح میں طے پائے۔ معزز مہمانان لاہور سے قرآن اکیڈمی جھنگ میں ساڑھے نو بجے تشریف لائے۔ مختصر قیام اور تواضع کے بعد جناب محمد اشرف وصی صاحب معتمد حلقہ جناب غلام نبی کے ہمراہ ٹوبہ کے لیے عازم سفر ہوئے۔ جبکہ رحمت اللہ بٹر امیر حلقہ جناب حسن مختار فاروقی اور راقم کے ہمراہ لیہ کے لیے روانہ ہوئے۔ سفر کے بعد نقیب اسرہ لیہ چودھری صادق کے گھر پہنچے۔

چودھری صادق کے گاؤں میں رحمت اللہ بٹر صاحب کا خصوصی خطاب تھا۔ رفقاء کی محنت سے تقریباً 150 سے زیادہ افراد پروگرام کے لیے جمع تھے۔ محترم رحمت اللہ بٹر نے بھرپور خطاب فرمایا۔ وہاں سے لیہ واپسی ہوئی۔

سہ روزہ دعوتی پروگرام کے تین خطابات ہاؤسنگ کالونی کے قریبی پارک میں کھلی جگہ پر ہوئے' جہاں قناتیں لگا کر مرد اور خواتین حضرات کے لیے الگ الگ پنڈال بنائے گئے تھے۔ پروگرام کی بھرپور تیاری میں جناب صادق صاحب' انجم صحرائی مقامی رفقاء کے علاوہ مقامی معززین شہر اور دینی حلقوں کے ساتھیوں نے بھی تعاون کیا۔ عصر تا عشاء ملاقاتیں اور مشاورت ہوئی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا اور مختار فاروقی نے حدیث کی روشنی میں خلوص نیت کی تشریح کی اور رحمت اللہ بٹر نے ''عبادت رب'' پر خطاب کیا۔ حاضری تقریباً 250 مرد اور 180 عورتیں تھیں۔

دوسرے دن کا پہلا پروگرام بعد نماز ظہر غلہ منڈی لدھیانہ میں ہوا۔ قاری فاروق صاحب نے تلاوت کی۔ جس کے بعد جناب بٹر صاحب نے عبادت رب پر گفتگو کی۔ حاضرین کی تعداد 80 کے قریب تھی۔ دوسرا پروگرام بعد نماز عصر کھوہ وساوے والا چودھری صاحب کے ڈیرہ پر ہوا۔ جناب بٹر صاحب نے اپنے درس میں قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھنے کی اہمیت پر زور دیا۔ 6 بجے خطاب مکمل ہوا' اور مغرب کی نماز لیہ میں آکر ادا کی گئی۔ حاضرین تقریباً 150 کے قریب تھے۔ رات نماز عشاء کے بعد میونسپل پارک میں مسلسل تین دن' ساڑھے آٹھ سے 10 بجے تک پروگرام ہوئے۔ دوسرے دن لوگ زیادہ تھے۔ 300 مردوں اور 200 عورتوں کے لیے نشستیں کم رہ گئیں۔ معزز مقرر نے شہادت علی الناس کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ انہوں نے شرکاء کو مختلف مثالوں کے ذریعے بندگی' رب اور شہادت علی الناس کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا۔

صبح آٹھ بجے جناب انجم صحرائی کے مکان پر صحافیوں سے ملاقات کا پروگرام تھا۔ لہٰذا ناشتہ پر تعارف ہوا اور سوالات کے جوابات دیئے گئے جس میں جنگ' خبریں' ڈان' صبح پاکستان' جناح اور اسلام اخبارات کے نمائندے موجود تھے۔ گیارہ بجے گورنمنٹ کالج لیہ میں ایم اے کلاس کے سٹوڈنٹ' جن میں 150 کے قریب طلبہ اور طالبات تھے' سے خطاب ہوا۔ اس خطاب میں ''الکتاب'' کے بارے احساس دلایا کہ یہ الکتاب پوری دنیا کے لیے رہنمائی اور سراپا سلامتی ہے۔ انسان صرف ایک جوڑے سے پیدا ہوتے ہیں' اس لیے سب انسان برابر ہیں۔ قبیلے وغیرہ صرف پہچان کے لیے بنائے گئے ہیں۔ انسان ہونے کی حیثیت سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں۔ ''الکتاب'' عمل کرنے اور سمجھنے کے لیے آئی ہے۔ قیامت تک یہ ہدایت نامہ اصلی حالت میں موجود رہے گا۔ انہوں نے کہا کہ اس کتاب زندہ سے روگردانی کی وجہ سے آج مسلمان پوری دنیا میں رسوا ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کا حق یہ ہے کہ اس کی زبان کو سیکھا جائے' اُسے سمجھ کر پڑھا جائے' اور اس پر عمل کیا جائے اس کے نظام اجتماعی کو نافذ کیا جائے۔

میونسپل پارک میں تیسرے دن قاری نذیر احمد صاحب نے درس حدیث دیا۔ اس کے بعد جناب بٹر صاحب نے اقامت دین پر خطاب فرمایا' انہوں نے کہا کہ انفرادی اصلاح کے بعد اصل کام اجتماعی طور پر کرنے کے ہیں جو کہ فرداً اکیلا نہیں کر سکتا ہے' جس کے لیے ایک جماعت یا تنظیم کی ضرورت ہے جس میں شامل ہونا ضروری ہے' تب ہی معاشرہ

صحیح طریقے سے اسلامی بن سکتا ہے۔ جماعتی زندگی ہی اسلامی زندگی ہے۔ پروگرام میں مرد 400 ' عورتیں 300 کے قریب تھیں۔ تینوں پروگرام بڑے کامیاب اور پرسکون ماحول میں ہوئے' لوگوں نے بڑی دلچسپی اور یکسوئی کے ساتھ سنے۔ پڑھے لکھے لوگ' پروفیسر' ڈاکٹر وغیرہ کثیر تعداد میں اِن پروگراموں میں شریک ہوئے۔ آخر میں تنظیم کی دعوت والا کتابچہ تقسیم کیا گیا اور اختتامی دعا کی گئی۔ (رپورٹ: عبدالمجید)

رپورٹ شب بیداری منعقدہ دارالسلام جی میرپور آزاد

تنظیم اسلامی میرپور رفقاء واحباب کے دینی جذبات کی جلاء اور اُن کی دینی واخلاقی تربیت کے لیے باقاعدگی سے شب بیداری کے پروگرام کا انعقاد کرتی ہے جس سے نہ صرف علم میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ اہل علم وعمل کی صحبت سے بھی مستفید ہونے کا موقع ملتا ہے۔ اپریل 2006ء کی شب بیداری کو کنڈکٹ کرنے کی سعادت محترم فیاض اختر میاں نے حاصل کی۔ مقامی امیر جناب سید محمد آزاد نے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ اِس کے بعد ویڈیو کے ذریعے بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا خلافت کے موضوع پر پرمغز خطاب سنوایا گیا۔ عشاء سے قبل کھانے کا وقفہ کیا گیا۔ نماز عشاء کے بعد رفقاء واحباب کا مختصر تعارف ہوا۔ محترم عطاء الرحمٰن صدیقی نے نماز کے مسائل کے بارے میں گفتگو فرمائی۔ جواد بھائی اور کلیم الرحمٰن بھائی نے نظمیں سنائیں۔ محترم ظفر اقبال نے شرک اور کبائر سے اجتناب کے موضوع پر درس حدیث دیا۔ اِس کے بعد نعیم الرحمٰن بھائی نے تقویٰ اور توبہ کے موضوع پر متاثر کن انداز میں گفتگو کی۔ اگرچہ ان کا رفقاء واحباب سے گفتگو کا یہ پہلا موقع تھا لیکن اُن کی بھرپور تیاری اور پُراعتماد گفتگو مدرسین کی مختصر فہرست میں خوشگوار اضافے کا امید افزاء پیغام تھی۔ آخر میں میرپور تنظیم کے امیر' محترم سید محمد آزاد نے ''تربیت کی ضرورت اور اہمیت'' کے موضوع پر گفتگو فرمائی۔ اِس کے بعد آرام کا وقفہ کیا گیا۔ تمام شرکاء تہجد کے وقت بیدار ہوئے۔ بعد نماز تہجد مسنون دعائیں یاد کی گئیں۔ نماز فجر کے بعد محترم سید محمد آزاد نے مختصر درس قرآن دیا۔ شب بیداری کے پروگرام کو بہتر طور پر چلانے کے لیے عطاء الرحمٰن صدیقی کی قیادت میں محترم غلام سلطان اور ممتاز صاحب پر مشتمل سہ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ مشورے اور تجاویز کے بعد ناشتے پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ تمام رفقاء واحباب دین پر کاربند رہنے کا عزم لیے اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہوگئے۔

(رپورٹ: افتخار احمد)

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ گزشتہ دنوں تنظیم اسلامی ملتان شہر کے مبتدی رفیق جناب ضیاء الرحمٰن صدیقی وفات پاگئے ہیں۔ قارئین ندائے خلافت اور رفقاء واحباب سے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَحَاسِبْہُ حِسَابًا یَسِیْرًا (آمین)

✿✿ضرورت رشتہ✿✿

دوشیزہ عمر 26 سال' تعلیم انٹر پاس' قد 5-6' صوم وصلوٰۃ کی پابند' ذات مغل' والدین کا تعلق حیدرآباد دکن' رہائش PCHS نرسری' کراچی کے لیے موزوں رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-2466351

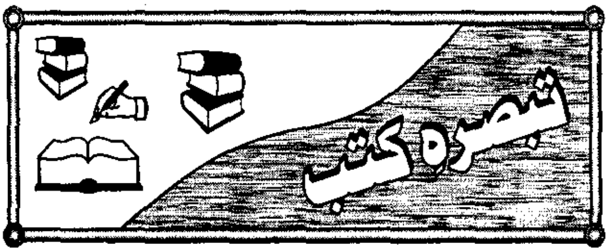

فغانِ درویش

مصنف: محمد سمیع

ضخامت: 80 صفحات

تبصرہ نگار: پروفیسر (ر) محمد یونس جنجوعہ

جو انسان اپنے مقصد تخلیق سے آگاہ نہیں وہ انسان کہلانے کا حق دار نہیں' وہ گو شکل وصورت میں انسان ہے مگر اُس کی حقیقت ایک حیوان سے زیادہ نہیں بلکہ الفاظ قرآنی کی رو سے ایسا شخص حیوانات سے بھی بدتر ہے کیونکہ مال مویشیوں ڈھور ڈنگروں کو تو عقل وشعور سے نوازا ہی نہیں گیا۔ وہ صرف اپنے جبلی تقاضے پورے کر رہے ہیں۔ اور انسان اگر عقل وشعور کی نعمت سے فائدہ نہ اٹھاتے ہوئے حیوانیت کی سطح پر زندگی گزارے تو یہ حیوانوں سے بھی بدتر ہوا۔

محمد سمیع صاحب تنظیم اسلامی کے سینئر رفیق ہیں اور قارئین ندائے خلافت کی اکثریت ان سے خوب واقف ہے۔ ان کا کالم ''م س کی ڈائری'' ندائے خلافت میں شائع ہوتا رہا ہے۔ یہ کتابچہ مصنف کے اُن مضامین کا مجموعہ ہے جو انہوں نے مختلف اوقات میں لکھے اور اخبارات اور جرائد میں شائع ہوئے۔ ان مضامین میں انسانی زندگی کے مختلف گوشوں میں ہونے والی کوتاہیوں کی نشاندہی کی گئی ہے اور انسان کو اُس کے مقصد حیات سے باخبر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کتاب کے مصنف درد دل اور حساس طبیعت کے مالک ہیں۔ وہ زندگی کی قدر و قیمت سے آگاہ اور با مقصد زندگی کے تقاضوں سے واقف ہیں۔ تمام مضامین میں جذبہ نصح و خیر خواہی نمایاں ہے۔ چونکہ یہ خیالات اُن کے دل کی آواز ہیں لہٰذا تاثیر سے بھرپور ہیں۔ کوئی سلیم الطبع انسان ان کے مضامین کو پڑھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مضامین کی افادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کا پیش لفظ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے لکھا ہے۔

مضامین بہت اچھے اور سبق آموز ہیں مگر اس بات پر تعجب بھی ہے اور افسوس بھی کہ کتاب پر نہ تو قیمت لکھی ہوئی ہے اور نہ ہی ملنے کا پتہ۔ میگزین میں تبصرہ پڑھ کر اگر کوئی شخص یہ کتابچہ حاصل کرنا چاہے گا تو کس طرح کرے گا۔ اس کا جواب [illegible] مصنف ہی کے ذمہ ہے۔

محمود عباس اور حماس میں تصادم

پچھلے دنوں فلسطینی صدر محمود عباس نے یہ کہہ کر حماس کو ششدر کر دیا کہ وہ دس دن کے اندر اندر یہ تسلیم کرلے کہ اسرائیل کو بحیثیت مملکت قائم رہنے کا حق حاصل ہے۔ صدر عباس کا کہنا ہے کہ وہ اس ضمن میں ریفرنڈم کرانے کا بھی سوچ رہے ہیں۔ حماس نے صدر عباس کی دی گئی ڈیڈلائن کو ماننے سے انکار کر دیا ہے۔

حماس کے ترجمان' سمیع ابوظہری کا کہنا ہے ''دس دن کی ڈیڈلائن مقرر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہم بات چیت پر یقین رکھتے ہیں مگر کسی قسم کی تاریخ سیٹ نہیں ہونی چاہیے۔''

یاد رہے کہ صدر عباس کا کہنا ہے ''اگر حماس نے میرا منصوبہ مسترد کر دیا تو میں 40 دن کے اندر اندر ریفرنڈم کراؤں گا۔ اس میں طے کیا جائے گا کہ اگر اسرائیل مقبوضہ علاقوں سے نکل جائے اور جیلوں میں بند فلسطینی رہنما رہا کر دے' تو اسرائیل کو بحیثیت مملکت تسلیم کر لیا جائے گا۔'' مگر اس پلان کو حماس نے مسترد کر دیا ہے جو اسرائیل کو تباہ و برباد کرنا چاہتی ہے۔ صدر عباس کے مشیر' یاسر عباد نے بتایا ہے کہ وہ جلد فلسطینی وزیر اعظم اسماعیل ہنیہ اور حماس کی ٹاپ قیادت سے اس پلان پر بات کریں گے۔ یاسر نے متنبہ کیا کہ صدر عباس حماس حکومت کو برطرف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ اُدھر حماس کے رہنماؤں کا کہنا ہے کہ اگر ہم نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا' تو بدلے میں ہمیں کیا ملے گا؟ اس ضمن میں بین الاقوامی برادری نے کسی قسم کی پیش کش نہیں کی ہے۔

دریں اثنا غزہ میں حماس اور صدر عباس کی الفتح کے مابین فساد ہونے کا خطرہ بڑھ گیا ہے۔ ماہرین کو ڈر ہے کہ اگر دونوں سیاسی جماعتوں کے درمیان اسی طرح کشمکش رہی' تو فلسطین اتھارٹی میں خانہ جنگی شروع ہو سکتی ہے۔ اختلاف کی اصل جڑ غزہ میں حماس کی ملیشیا کا تعینات ہونا ہے۔ جو تین ہزار مسلح افراد پر مشتمل ہے۔ الفتح چاہتی ہے کہ اُسے تعینات نہ کیا جائے۔

اسرائیل فلسطینیوں کی دو مرکزی جماعتوں کے اختلافات سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اسرائیلی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ وہ صدر محمود عباس کی وفادار ملیشیا کو ہلکے ہتھیار اور اسلحہ فراہم کرے گا۔ یہ اعلان یقیناً جلتی آگ میں تیل ڈالنے کے مترادف اور اسرائیلی خباثت کا اظہار ہے۔

اسرائیلی حکومت یہ اعلان بھی کر چکی ہے کہ اگر دونوں پارٹیوں کے مابین امن مذاکرات شروع نہ ہوئے' تو وہ اپنی طرف سے اسرائیل کی سرحدیں متعین کرلے گی۔ اسرائیل کو اس ضمن میں امریکا کی حمایت بھی حاصل ہو گئی ہے۔

افغانستان میں لڑائی کی لہر جاری

جنوبی افغانستان میں طالبان اور امریکی سربراہی میں اتحادی افواج کے درمیان تصادم جاری ہے۔ پچھلے ہفتے اس میں کم از کم اسی (80) افراد ہلاک ہو گئے۔ اتحادی افواج پر یہ الزام عائد کیا جا رہا ہے کہ وہ نہتے شہریوں پر بھی ہتھیار اٹھا رہی ہے۔

مزید براں افغان پارلیمنٹ نے صدر حامد کرزئی کے نامزد کردہ چیف جسٹس' فضل ہادی شنواری کو مسترد کر دیا۔ موصوف چار برس تک چیف جسٹس رہ چکے ہیں مگر پارلیمان میں انہیں صرف 77 ووٹ ملے جبکہ مخالفت میں 177 ووٹ پڑے۔ انہیں مسترد کرنے کی وجوہات بڑھاپا' رسمی تعلیم کی کمی اور عدلیہ میں رشوت کی فراوانی بتائی گئی ہیں۔

ایران ڈٹا ہوا ہے

یورپی یونین اور امریکا ایرانی حکومت کو لارے بھی دے رہے ہیں اور دھمکا بھی رہے ہیں کہ وہ یورینیم کی افزودگی روک دے مگر ایرانیوں نے یہ قدم اٹھانے سے انکار کر دیا ہے۔ اس انکار پر امریکی اور اس کے اتحادی اقوام متحدہ کے ذریعے ایران پر معاشی پابندیاں لگوانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ان کا منصوبہ یہ ہے کہ ایران کو بین الاقوامی سطح پر تنہا کر دیا جائے تاکہ وہ سر جھکانے پر مجبور ہو جائے۔

یاد رہے پچھلے دنوں ایرانی حکومت نے اعلان کیا تھا کہ اس نے 4.8 فیصد تک یورینیم افزودہ کرلی ہے اور وہ اس سے آگے نہیں بڑھنا چاہتی۔ وجہ یہ ہے کہ اتنے فیصد افزودگی یورینیم کے ذریعے ایٹمی ری ایکٹر میں ایندھن بنایا جا سکتا ہے۔

پچھلے دنوں افغان صدر حامد کرزئی نے ایران کا دو روزہ دورہ کیا۔ اس دوران انہوں نے ایرانی صدر اور ایران کے سپریم لیڈر' آیت اللہ خامنہ ای سے ملاقات کی۔ ان کے دورے کا مقصد آپس کی دوستی بڑھانا اور ایرانی تاجروں کو افغانستان میں سرمایہ کاری کی دعوت دینا تھا۔

بھارت کا جھکاؤ بدل گیا

چونکہ بھارت' ایران' پاکستان پائپ لائن منصوبہ کھٹائی کا شکار ہو گیا ہے' اس لیے بھارتی ترکمانستان' افغانستان اور پاکستان پائپ لائن منصوبے میں دلچسپی لینے لگے ہیں۔ بھارت کو دراصل بڑھتی ضروریات کے لیے گیس درکار ہے۔ بھارت کی پیٹرولیم وزارت نے اس منصوبے کے سلسلے میں گرین سگنل دے دیا ہے۔ 2.5 ارب ڈالر مالیت کے اس منصوبے کے تحت ترکمانستان سے پاکستان تک گیس پائپ لائن بچھائی جائے گی تاکہ برصغیر میں سستی گیس آسکے۔

عراق بدامنی کی لپیٹ میں

عراق میں خانہ جنگی جاری ہے۔ اور تازہ اطلاع کے مطابق وہاں پاکستان کے ایک ڈرائیور محمد شفیق کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ ماہرین کے مطابق فسادات اس لیے قابو میں نہیں آرہے ہیں کہ عراقی وزارت کو رہنمائی دینے والا کوئی وزیر موجود نہیں۔ یاد رہے کہ عراقی سیاستداں اب تک اس بات پر متفق نہیں ہو سکے ہیں کہ عراق کا وزیر داخلہ کون بنے گا۔

دریں اثنا اٹلی کی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ اگلے ماہ عراق سے اس کے گیارہ سو فوجی واپس چلے جائیں گے۔ اس طرح وہاں 1600 اطالوی فوجی رہ جائیں گے۔ اطالوی حکومت نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس سال کے آخر تک تمام فوجی واپس اٹلی آجائیں گے۔

بس سروس کا آغاز

پشاور اور جلال آباد کے درمیان دوبارہ بس سروس کا آغاز ہو گیا ہے۔ 1979ء میں جب سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا' تو یہ معطل کر دی گئی تھی۔ اُمید ہے کہ اس بس سروس سے افغان پاک تعلقات میں بہتری آئے گی جو آج کل الزامات کی بھرمار کے باعث دھندلا گئے ہیں۔

البرادعی کا انتباہ

محمد البرادعی نے خبردار کیا ہے کہ امریکا اور دیگر اہم طاقتیں ایٹمی ہتھیار تلف نہیں کرنا چاہتیں اس لیے مستقبل میں مزید ایٹمی طاقتیں ظہور میں آسکتی ہیں اور یہ امر دنیا کے لیے خطرناک ہوگا۔ بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی کے سربراہ کا یہ انتباہ وقت کی ضرورت تھا کیونکہ امریکا اور دیگر طاقتوں پر جنگی جنون سوار رہا' تو ایک دن کرۂ ارض ایٹمی جنگ کی لپیٹ میں آکر بھسم ہو جائے گا۔

physical/legal entity that provided welfare, order and justice to its citizens. Pakistan was to be an extraordinary state—a homeland for Indian Muslims and an ideological and political leader of the Muslim world. Providing a homeland to protect Muslims from the bigotry and intolerance of India's Hindu population was important, but the real motive behind Pakistan movement was to demonstrate to the world a model of an Islamic State based on the principles of freedom, fraternity and equality of Islam. The Pakistan movement also looked to the wider Muslim world, and its leaders were concerned about the fate of other Muslim communities living under duress, stretching from Palestine to the Philippines.

This is exactly what is now considered as "political Islam" of the "Islamists." This is what the 9/11 Commission has referred to as the "Islamic ideology" and declared a war on it. Accordingly, Pakistan has to be dismantled because its raison d'être has no place in the modern world in which a war on Islam is now officially and publicly recognized.

Now think about the following words and comments by the founding fathers of Pakistan. Imagine any nation under occupation or any Muslim leader now saying the following words. They would perfectly fit the well-defined category on which a war has officially been declared. Also note Pakistan's founder Muhammad Ali Jinnah's reference to the Qur'an, Mujahids, Islam and giving protection to neighbors in the following 247 words at a rally on October 30, 1947:

"If we take our inspiration and guidance from the Holy Qur'an, the final victory, I once again say, will be ours... Do not be overwhelmed by the enormity of the task... You only have to develop the spirit of the Mujahids. You are a nation whose history is replete with people of wonderful character and heroism. Live up to your traditions and add to another chapter of glory. All I require of you now is that everyone... must vow to himself and be prepared to sacrifice his all... in building up Pakistan as a bulwark of Islam and as one of the greatest nations whose ideal is peace within and peace without... Islam enjoins on every Mussulman to give protection to his neighbors and to minorities regardless of caste and creed."[1]

The same is true today. However, just a vow to make Pakistan, or any country for that matter, into a "bulwark of Islam," taking "inspiration and guidance from the Holy Qur'an," are now sufficient today to instantly declare anyone an "Islamist" preaching "Islamism" at which the US has declared a war. If Jinnah were living today and had uttered these same words he would most certainly have been labeled as an extremist, demonized in the media, hunted down by the US and prosecuted.

Both the history and the future of Pakistan are rooted in a complex relationship between Pakistan the "Islamic" state—a physically bounded territory with an Islamic legal and international personality that would be guided by Islamic scriptures and traditions—and Pakistan the nation—mission-bound to serve as a beacon for oppressed or backward communities elsewhere in the world. Pakistan has bitterly failed at both the state and the national level. The rot that started at the top has trickled to the roots and the nation as a whole is as oblivious of its responsibilities as are its leaders.

Abid Jan is author of The Musharraf Factor: Leading Pakistan to Inevitable Demise (Pragmatic Publishing, Canada, December 2005).

Notes

[1] Speech by Jinnah at a rally at the University Stadium, Lahore, October 30, 1947.

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ سا گر ریسٹورنٹ
ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور
پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام وطعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے'
روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے
قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ' امان کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 19

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid ullah Jan

Failed State? Yes, But for Other Reasons.

Musharraf regime is feeling jittery since the American journal Foreign Policy has put Pakistan in the top ten failing states. Peter Preston called Pakistan a basket case in the Guardian (May 8, 2006). The minister for press at the Pakistan High Commission in U.K., Imran Gardezi's response to Peter Preston has become a classic example of defending the indefensible on this issue.

Pakistan, of course, is a failing state, but not based on the indicators used by the American journal Foreign Policy. It will definitely fail if the present trends continued. However, the life threatening trends have nothing to do with the criteria set for Pakistan's failure by the Western analysts. Moreover, Musharraf is not the root cause of this failure. He is just a factor, becoming the last straw on the camel's back. Even a successful defense of General Musharraf's policies can hardly save Pakistan for the impending disasters.

One of the major factors of Pakistan's failure is its straying away from the core objective and justification for its creation. Secondly, it has become a state occupied by its own armed forces, which is substantially different from ruling by armed force. Outside powers have perfectly controlled Pakistan through its own armed forced with curtailed sovereignty and limited freedoms.

Pakistan's joining the ranks of top ten failed states is not a surprise. It is part of the grand scheme for undermining its very existence. Despite the regime's wholehearted sacrifice of all the principles of justice, law and the norms of independent states, American analysts, such as Leon T. Hadar, consider Pakistan "with its dictatorship and failed economy" a "reluctant partner" and a "potential long term adversary" since 2002.

Pakistan is hardly different from Iraq and Afghanistan. The only difference is in the mode of occupation. Like any other occupied territory, dictatorship is in full swing in Pakistan. Hundreds of people, pointed out by the intelligence of occupation forces, are routinely rounded up in order to placate Washington.

Illegal detentions and extraditions are on the rise. FBI and CIA agents have declared open season on Pakistan, which cannot even move its own troops without prior permission from Washington. Like the attacks on occupation forces in Iraq and Afghanistan, we witness desperate suicide attacks on Pakistani armed forces.

$13bn in foreign reserve is meaningless when Pakistan cannot prepare its budgets without an approval from international lending agencies. The same must be true for other third world countries, However, the difference lies in Pakistan's consuming every possible penny into its defense budget would have made sense if it were utilized for defending the country's integrity, sovereignty and independence.

To remove any leftover doubts about Pakistan being a failed state, news reports from the New York Times and the Washington Post are pouring in, alleging that Al-Qaeda is regrouping in Pakistan and that ISI supports the Taliban and Kashmiri "insurgents." As a "pre-modern" state, Pakistan is thus considered as weak enough "even to secure its home territory...but it can provide a base for non-state actors who may represent a danger to the post-modern world."

Pakistan is in the ambivalent position of having an army that can neither govern nor allow civilians to rule. Whether the army has the conceptual ability to plan a strategy of incremental change that would fundamentally reform Pakistan's ailing institutions is also questionable. It is not in a position to end the invisible occupation it has brought upon Pakistan due to self-centered vision of the military leadership.

All failing states have weak armies; Pakistan's army is strong enough to prevent state failure for some time to come but not courageous enough to stand for the objective of Pakistan or imaginative enough to transform it into a model Islamic State, which are the only pragmatic ways for its sustainability and the main parameters for defense.

Pakistan's most unusual feature is not its potential as a failed state, but the intricate interaction between the physical/political/legal entity known as the state of Pakistan and the idea behind Pakistan and the Pakistani nation. Few if any other nation states are more complex than Pakistan in this respect, with the Pakistani state often operating at cross-purposes with the original purpose of its creation.

Regardless of all other factors, Pakistan is as much failing because of the factors from within as much as it is under attack by forces from outside. The US and UK have publicly launched a war on the very basic ideology at the foundation of Pakistan as a nation. It is akin to separating Jewish identity from Israel. Imagine the transformation in the Middle East if Israel were to stop identifying itself as a Jewish State. In that case, would it be able to justify its existence and occupation of the lands, particularly Jerusalem?

The problem in the case of any Muslim entity, however, it is not possible to have a mix of secularism and Islam and label it as Muslim. Like Israel, the state of Pakistan was thought to be more than a